وَمَا اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا

اِسرارِ معرفت

ترجمہ

سری مد بھاگوت گیتا جی

مترجمہ

قاضی محمد نبر صدیقی القرشی

بار اوّل سنہ ۱۹۲۱ء تعداد (۱۱۰۰)

باہتمام ملک چراغدین مالک کیکسٹن پرنٹنگ الیکٹرک ورکس لاہور

اسرارِ معرفت

ترجمہ

سری مد بھاگوت گیتا جی

مترجمہ

قاضی محمد منیر صاحب لفی القریشی

فہرستِ مضامین

مضمون	صفحہ
دیباچہ	۳
سری کرشن جی کا جیون چرتر (سوانحعمری)	۶
جنگ مہابھارت کا مختصر فسانہ	۱۴
تنویر	۳۴
حمد	۵۱
دیباچہ سریمت بھاگوت گیتا	۵۲
ادھیائے اول بھکیا جوگ	۵۴
ادھیائے دوم سانکھیہ جوگ	۵۸
ادھیائے تیسرا۔ اکرم جوگ	۶۵
ادھیائے چہارم۔ کرم سنیاس جوگ	۷۰
ادھیائے پانچواں پرکرت جوگ	۷۵
ادھیائے چھٹا۔ آتم سنجم	۷۹
ساتواں ادھیائے۔ وگیان جوگ	۸۴
آٹھواں ادھیائے۔ سدھ جوگ	۸۸
نواں ادھیائے۔ راج جوگ ...	۹۲

مضمون	صفحہ
ادھیائے دسواں بھوت جوگ	۹۶
ادھیائے گیارھواں۔ روپ درس	۱۰۱
بارھواں ادھیائے بھگت جوگ	۱۰۷
تیرھواں ادھیائے۔ چھتر جوگ	۱۰۹
ادھیائے چودھواں۔ ترگن سہاگ	۱۱۵
پندرھواں ادھیائے پرکھوتم جوگ	۱۱۷
سولھواں ادھیائے۔ دیو درس سنت	۱۱۹
سترھواں ادھیائے تری بھباگ	۱۲۳
اٹھارھواں ادھیائے سنیاس جوگ	۱۲۶
خلاصہ	۱۳۲
رجوع بلغرض	۱۳۳
خاتمہ کتاب	۱۳۵
خاتمۃ الکتاب	۱۳۶
قطعۂ تاریخ	۱۳۸
شکریہ	۱۳۹

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سُبْحَانَکَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّکَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ
وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰہِ وَرَءُوْفِ الرَّحِیْمِ وَ
عَلٰی اٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ وَاَتْبَاعِہٖ وَاَحْبَابِہٖ یَا رَبِّ الْکَرِیْمِ

امّا بعد یہ نایاب کتاب اور قیمتی دُرِّ شاہوار (سری بھاگوت گیتا) اور اس کا مترجم اور تبصرہ نویس منیر جیسا ہیچ میرزا دہ کوتہ علم بے عمل بیت المقدس پیر ناٹ کا غلاف ہے۔ اور وہ بھی ٹوٹا پھوٹا شکستہ۔ فی الحقیقت اس عجیب غریب درِ مکنون پر اس کی ضرورت بھی نہ تھی۔ شیخ فیضی کا ترجمہ کافی سے بڑھکر تھا۔ زبان کی سلاست اور مضامین کی نفاست سے مطالب اور معانی کی خوشبو خود بخود پھوٹ پھوٹ کر چھلک رہی تھی۔

مگر واہ رے زمانہ! فارسی کی ناقدر دانی اور سنسکرت سے ناآشنائی اور مطالب تاریخی کی ناواقفیت نے مجھے مجبور کر دیا ہے کہ اس کے مسائل اور معانی سے لوگوں کا انٹروڈیوس کراؤں۔ ہیچ ہیچ مدان گا آئینہ احتیاج خاکستر کند۔ ورنہ کہاں راجہ بھوج اور کہاں گنگو تیلی۔ کہاں سری مہاراج کرشن جی کی سری بھاگوت گیتا ترجمہ شیخ فیضی فیاضی اور کہاں میں بچلیڈ ہیچ مدان ہیچ مچ

زبان اور نارسا تحریر و تقریر

شراب ناب کجا و من خراب کجا — بہ بیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

بزرگوں کی میراث سے اس کے چند اوراق پراگندہ نے میرے شوق
کے دہن آرزو کو پُرآب کیا۔ اور اس کے مضامین خوشاب اور حکمت الہی
کی جمشیدی آب و تاب نے مجھے جوگیوں کی مانند در بدر بھیک میں پھرایا
ایک اور ٹوٹا پھوٹا کچکول ملا۔ مگر اس سے بھی دل کو تسلی نہ ہوئی۔ اور اب
اتفاق سے ایک پُرانا چھپا ہوا نسخہ ملا۔ مِل ملا کر کتاب کامل بنی۔ الحمد للہ
سن جدّ و جدّ نقل کر کے درست کی۔ اور دولت ہفت اقلیم پائی +

چوہدری پران ناتھ دت ایم۔ اے نے نسخہ دیکھا۔ اور فرمایا کہ
ہندی الفاظ مسلمانوں کو اور فارسی ہندوؤں کو اس سے پورا محظوظ نہ ہونے
دیں گے۔ اس کا ترجمہ ہو جاوے۔ اور ترجمہ پر مناسب نوٹ ہو جاویں تو
غنیمت ہے۔ اگرچہ ترجمے ہزاروں ہیں مگر جو فیضی کے ترجمہ میں لطف ہے وہ کسی
میں کا ہیکو ہوگا۔ وزن مثنوی کا اور مثمن متقارب مکفوف جو خوش الحانی
اور تمت لفظ دونوں طرح میں پڑھنے کو چار چاند لگاتا ہے اور مضمون
کی شوکت اور نفاست کو بڑھا دیتا ہے اور اس پر نوٹ مناسب بھی
ہو جاویں تو پھر کیا کہنا۔ مگر بات وہی تھی۔

وَاِذَا ارزویت مکان بحر الجوہر — وَاِذَا غلا ثمناً فقدت المشتری

لیا یدی اور گیا یدی کا شور رہا۔ لیکن شوقین نگاہیں۔ اور ان کے دم بدم
معتقدانہ غلط انداز اشارے کوتہ قلم اور سہل انگار کو اپنی پردہ دری پر مجبور

کر رہے تھے۔ احقر حاضر ہے ؎ گر قبول اُفتد زہے عز و شرف۔

اور ساتھ ہی یہ بھی گذارش ہے کہ نہ میں اُردو دان۔ نہ اہل زبان اور اس پر زاویۂ خمول اور کوئے گمنامی کی ماندہ بود۔ اور باوجود اس کے فکر و غم کی کثرت اور ہجوم نے اماوس کی رات کو گھٹاٹوپ بادلوں سے بالکل تیرہ و تار کر دیا ہے۔ اہل سخن اگر غلطی پائیں تو معاف فرمائیں یا اصلاح سے ممنون و مشکور کریں۔

شنیدم کہ در روز امید و بیم — بداں را بہ نیکاں بہ بخشد کریم

تو نیز ار بدی بینی اندر سخن — بخلق جہاں آفریں کار کن

ارادہ تو تھا کہ فیضی کا اصل ترجمہ اور یہ اسرار معرفت دونوں ہدیہ ناظرین کروں۔ مگر آسمان جو کہ اہل قلم کے ارادوں کا مخالف اور کم استطاعتی جو کہ مشفق صادق اور محب موافق ہے مانع ہے۔ علاوہ ازاں فیضی کا ترجمہ کوشش سے مل بھی سکتا ہے۔ دستکش ہونا پڑا۔ المجبور معذور۔ نیر کی با زمانہ ساختن است۔

ترجمہ فارسی میں کئی اشلوکوں کا جو مرور زمان اور گردش آسمان نے کاتبوں سے فرو گذاشت کرا دیئے ہیں۔ وہ بھی باریک قلم سے درج کر دیئے ہیں۔ والسلام علیکم۔

قاضی محمد منیر قریشی الصدیقی

نارووال ۲۹۔ ذیقعدہ ۱۳۳۹ھ

سری کرشن جی کا مختصر جیون چرتر (سوانح عمری)

برہما کے دو فرزند دچھ اور اتر تھے۔ دچھ کی اولاد سے چندر بنسی اور اتر
کی اولاد سے سورج بنسی خاندانوں کی بنیاد پڑی۔ سورج بنسی خاندان سے راجہ
اکشواکو بڑا صاحب ہمت و بخت ہوا ہے۔ اکشواکو کی اولاد سے ججات راجہ
کے ہاں خداوند نے پانچ فرزند دیئے۔ جادو۔ انو۔ تربسو۔ درہی۔ پورو۔ اور
ان پانچوں سے پانچ بنس چلے۔ یہ اکشواکو کا خاندان اجودھیا کے علاقہ میں
فرماں روا تھا۔

جادو بنس سے راجہ ہربسید جب اجودھیا سے جلاوطن ہوا تو دھوبن
کے راجہ دھو کی لڑکی سے بیاہا گیا۔ یہ بڑا نام آور اور بہادر تھا۔ اس کے
آٹھویں پشت میں جو سپوت تھا اس کے تین اولادیں ہوئیں۔ بسدیو کنتی
راجہ پانڈو کی بیوی۔ تیسرا راجہ سس پال کی رانی۔

بسدیو کی دو بیویاں تھیں۔ ایک دیو کی اگرسین راجہ متھرا کی صاحبزادی
دوسری روہنی۔ اگرسین کا بیٹا کنس تھا۔ اس ظالم نے جرا سندھ راجہ
اپنے خسر کی مدد سے باپ کو تخت سے اتار کر قید کیا اور آپ بادشاہ
کنس نے برہمنوں سے یہ بات معلوم کی کہ دیوکی کا لال اس کی
سلطنت کا زوال ہے۔ ارادہ کر لیا کہ دیوکی بلکہ بسدیو کی اولاد کو ہونے نہ

نہ دوں گا۔ بہن کی جان کالاگو ہوا۔ اور گھُن کو بھی گیہوں کے ساتھ پیس دیا۔
دیوکی کے ساتھ ردہنی اور بسدیو بھی قید ہوئے۔

دیوکی کے چھ بچے پیدا ہوتے ہی ظالم نے ملک عدم کو روانہ کئے
ردہنی کے بلرام پیدا ہوا تو مشہور کر دیا گیا۔ کہ ردہنی کا حمل ساقط ہوگیا
اور بلرام کو خُفیہ طور پر گوالوں کے ہاں بھیج دیا گیا۔ وہاں اس کی پرورش
ہونے لگی۔

بلرام کی زندگی اور بسودھا دیوکی کی سہیلی نند گوالے کی بیوی کے
وعدہ نے کہ "میں اپنا مولود تیرے بچہ سے تبدیل کر لوں گی" امید بندھائی
کہ اب کے جو دیوکی کے ہاں بچہ پیدا ہوگا غالباً بچ جاوے گا۔ ادھر کرشن
جی نے ملک عدم سے سر نکالا۔ ادھر بسودھا کے ہاں لڑکی پیدا ہوئی۔ نند
نے نودارد کو لیکر تریشہ گھاٹ کی راہ ظلمت سے نور کا تبادلہ کرنیکو گود میں
لیا۔ قید اور محافظوں کا پہرا اور جمنا کی طغیانی اگرچہ مانع تھی مگر مامتا کی آنچ
نے نند کو توکل علی اللہ روانگی پر مجبور کر دیا۔ اندھیری رات ہیں کہ ہاتھ
کو ہاتھ نہ سوجھائی دیتا تھا چل نکلا۔ پاسبانوں کی نیند نے پہلا مرحلہ تو طے
کر دیا۔ اور جمنا میں رام کا نام لے کر داخل ہوا۔ رکھنے والے کے راہنمائی سے
پایاب پار ہوا۔ اور جسودھا کی لڑکی کو واپس لاکر دیوکی کا پستان اُس کے مُنہ
میں دیدیا۔ مرغان سحر نے پاسبانوں کو جگا دیا۔ اور کنس کو بھی خبر لگی کہ دیوکی
کے اولاد ہوئی ہے۔ ظالم نے دل کا بخار بیچارہ بیر کی جان پر نکالا۔ اور
جوگ گھاٹ پر دھوبیوں کے پٹڑے پر مار کر جی کو ٹھنڈا کیا۔

کرشن جی کی پرورش نے نند کی عزت اور دولت دن دوگنی رات

چوگنی بڑھائی ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات۔ کرشن ایک دن میں مہینے کے برابر۔ اور مہینے میں سال کے برابر بڑھتے پھولتے تھے اور نند کے لال مشہور تھے۔ اور بلرام بھی یہاں گوکل میں سبزہ بہاری کی مانند کڑوی بیل سے زیادہ بڑھتے گئے۔ سچ ہے جسے مالک راکھے اسے کون مارے۔ دونوں بھائی گائیں چراتے اور مزے سے دن گذارتے تھے ؛

اب نند نے گوکل سے برندابن میں نقل مکان کیا۔ شاید یہ بات چارہ کی اُدھر تفریط اور اِدھر افراط کا باعث ہوگی۔ اور غالباً یہ بات بھی ہو کہ کہیں کنس کو اس بات کا علم ہو تا کہ "دیوکی کا لال زندہ ہے۔" ظلم کو موقع نہ دیوے۔ کرشن جی کی اب یہ عمر ہو گئی تھی کہ بنسری بجاتے اور گائیں چراتے۔ ان کی بنسری پر تمام گوالے عاشق زار تھے۔ ہم سنوں کا تو یہ حال تھا کہ کرشن راجہ تھے۔ اور یہ تمام پرجا۔ یا یہ چاند اور وہ سب ستارے۔ نہیں نہیں کرشن جی آفتاب تھے اور تمام گوالے نظام شمسی کی مانند ان کے تابع اور زیر اثر تھے ؛

یہ وہ زمانہ تھا کہ کرشن جی نے ریاضت۔ عبادت اور نفس کشی شروع کی۔ عام جہلا تو ان کی عبادات کو بہت بُری طرح ظاہر کرتے ہیں اور نہایت گندے اور فحش کلمات اور سوانح سے ان کو یاد کرتے ہیں کہ کرشن مہاراج گوالنوں پر مرے ہوئے تھے۔ اور یہ سب ان کے بس میں تھیں۔ سناتن دھرم والے ان کی تاویل کرتے ہیں کہ گوالنوں سے مراد قوائے رذیلہ اور نفسانیہ

اور کام کرودھ۔ لوبھ۔ موھ۔ ہنکار سے۔ آریہ سماج ان سب بری۔ بھلی باتوں کا منکر ہے۔ مگر ہم ایک دھرم بیر۔ جیتندری کی بابت الزامات کے تو بالکل منکر ہیں۔ اور یہ ضرور کہتے ہیں کہ وہ ریاضت جوگ کے مرحلے دمبدم نہایت تیزی سے طے کرنے لگے۔ حتیٰ کہ کامل رکھیشر ہو گئے

ادھر کرشن بلرام دونوں بھائی جوانی سے ممتاز ہوئے۔ ادھر کنس کمبخت کان باسدیو زادہ کی زندگی نے کھول دئے۔ دل و جگر کانپ اٹھا۔ اور ان کے قتل کے منصوبے گانٹھنے لگا۔

ہر چودس کو متھرا میں دنگل ہوا کرتا تھا۔ اکرور سپہ سالار کی معرفت صاحبزادوں کو دنگل میں مدعو کیا۔ بلکہ اس کو یہ بھی کہدیا تھا کہ ہمارا منشا ان کا تماشا اور کشتی دیکھنے کا نہیں ہے۔ قتل کا ہے۔ موقع لگے تو یہاں تک تکلیف دینے کی بھی ضرورت نہیں!! مگر سہ

کجا بباز پرد در مقابلہ عصفور کجا ستارہ زند چشم خیرہ بر خورشید

اکرور بے ادبی نہ کر سکا۔ اور دنگل میں لا حاضر کیا!! ول کنس بدباطن نے ہاتھی سے ان کا مقابلہ کرایا۔ وہ ہلاک ہوا تو پھر دو پہلوان کشتی کو نکلے۔ مگر پیٹھ دکھا کر ملک عدم کو بھاگ گئے۔ تو کرشن کی فوج گوالے خوشی میں آ کر ناچنے لگے۔ کنس نے حکم دیا کہ باسدیو کو تلوار کے گھاٹ دریائے حیات کے پار اتار دو۔ اور کرشن۔ بلرام اور گوالوں کو نکال دو۔ اس حکم کی تعمیل کو آگے کون بڑھتا۔ مگر پرانی عداوت جو گوالوں کے دل میں تھی۔ اور ظلم کا کھٹکا جو کہ کرشن جی کے سینہ میں موجیں مارتا تھا

رُک نہ سکا۔ اور انھوں نے خود ماموں کے شامیانہ میں اس کی تعظیم کیواسطے ہاتھ بڑھائے اور ایسا دبایا کہ ہمیشہ کے واسطے خواب راحت میں سلایا۔ اور بلرام نے سمالی سگِ زرد برادر شغال کو موت کا مزہ چکھایا۔ اب بیداد سے ملک پاک ہوا۔ اور تخت نے دوبارہ اگر سین کے پاؤں چومے +

کرشن نے جب ملک کو ظلم سے صاف کر دیا۔ تو اونتی پور میں سندیپانی پنڈت کے ہاں پڑھنا شروع کیا۔ اور چونسٹھ دن میں ہر ایک علم میں طاق بلکہ شہرۂ آفاق ہوئے۔ سداماں[1] اُن کا سکول فیلو تھا +

جراسندھ کو مہاراج ادھیراج ہونے کی دھن اور داماد کے بدلہ لینے کی خواہش نے اندھا کر دیا تھا۔ متھرا پر حملہ کر دیا۔ مگر جادووں اور گوالوں نے وہ وہ ہاتھ دکھائے کہ جراسندھ کو ناکوں چنے چبانے پڑے۔ اپنا سا مُنہ لے کر کافور ہوا۔ محاصرہ دور رہا۔ بے شرمی نے پھر بہت سی فوج ساتھ دیکر حملہ پر مجبور کیا۔ مگر اتنی دیر میں کرشن جادووں کے ساتھ دوارکا چلے گئے تھے۔ اور اٹھارہ ہزار جادو بنس بہادروں میں محفوظ دن کاٹنے لگے +

[1] یہ وہی سداماں ہے جس کی بابت مشہور ہے کہ نہایت غریب تھا کرشن کی دولتمندی کی شہرت نے عورت کے کہنے سے کرشن کے در دولت پر پہنچایا۔ کرشن نے نہایت عزت کی اور چند دن مہمان رکھا۔ اور بے اظہار سوال سداماں کے دولت اور اجناس بھیجکر سداماں کی ظاہری حالت اور حیثیت کو دیست کر دیا۔ سداماں واپس آیا تو یہی ٹھاٹھ دیکھ کر کرشن کی محبت اور غریب نوازی کا قائل ہوا +

اب جراسندھ کا جب کوئی داؤں نہ چلا تو کمینی باتوں پر اتر آیا۔ برار کے
راجہ بھیشم کی بیٹی رکمنی کی شادی کا بندوبست اندرونی طور پر کرشن جی سے
ہو چکا تھا۔ مگر جراسندھ نے بھیشم کو ایسا کچھ ڈرایا کہ رکمنی کی سگائی سپال
کرشن کے پھوپھا سے ہو گئی۔ ادھر سپال برات لے کر روانہ ہوا۔ ادھر سے
کرشن اور بل بھدر وغیرہ بھی جا پہنچے۔ اور رکمنی کو جو مندر سے پوجا کر کے آ رہی
تھی لے اڑے۔ رکمن بھیشم کا فرزند تعاقب کو نکلا اور مقابلہ کر کے شکست
پائی۔ بلکہ رکمنی کی سفارش سے بھائی کی جان بچائی۔ سوائے رکمنی کے
کرشن کی اور بیویاں بھی تھیں۔ جاہل تماشا کرنے والے تو سولہ ہزار بتاتے
ہیں مگر ہم اس بات کے مخالف ہیں۔ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ افراط زوجات سے
مراد قوائے نفسانی ہے جو سب کرشن نے بس میں کر لئے تھے۔ ورنہ
بیویاں تو اسی قدر ہوں گی جس قدر طاقت بشری کا اقتضا تھا +

اب کرشن کو اپنی بہادری دکھانے کا موقع آیا۔ آسام (کامروپ)
کرناٹک۔ بنارس کو فتح کیا۔ اور پھر راجہ پنچال درو پد نامی کی صاحبزادی
کے سویمبر پر گئے۔ اس سویمبر کو ارجن جیتا۔ اور پانڈو اس وقت کوروں کے
خوف سے برہمن بنے ہوئے بن بن پھر رہے تھے۔ ارجن کہتا تھا کہ سویمبر ہم
جیتے ہیں۔ مگر کھتری کہتے تھے کہ سویمبر میں برہمن کا شمول ناجائز ہے۔ لڑائی
ہوئی۔ ارجن اور بھیم نے بڑھ بڑھ کر ہاتھ دکھائے۔ مگر دروپدی نے
جیمال ارجن کے گلے ڈال دی تھی۔ اور کرشن نے فیصلہ دیا کہ جب یہ لوگ
سویمبر جیت چکے تو اب جھگڑا کیسا ہے۔ راجے مہاراجے سب دب گئے۔

ارجن کی سبجے ہوئی +

رات کو کرشن اپنی پھوپھی کنتی سے ملے۔ اور جب راجہ درو پد کو معلوم ہوا کہ ارجن چھتری ہے اور پانڈو ہے تو اُن کی پانڈوؤں سے پشتینی عداوت[1] دور ہوئی۔ اور ایک ہی برج کے دو ستاروں کا قران ہو گیا +

سویمبر میں کورو بھی آئے تھے۔ بدر پانڈو کوروں کا چچا بھی آیا ہوا تھا۔ اس نے سویمبر کا حال دھرت راشتر کے گوش گذار کیا۔ اور پانڈوؤں کی زندگی کا حال معلوم ہوا تو سب کے کان کھڑے ہوئے۔ بدر واپس آیا کہ پانڈوؤں کو لائے۔ دروپد نے کہا کہ آگے اور بات تھی اب اور بات ہے۔ میں ان کو جانے نہ دوں گا۔ بکریوں کو شیر کے مُنہ میں دینا کون سی عقلمندی ہے۔ ہاں اگر کرشن جی ضمانت دیویں تو خیر کچھ مضائقہ نہیں۔ کرشن جی نے کہا بہر صورت پانڈوؤں کا وطن میں جانا نہایت ضروری بات ہے۔ کہ ایک فیصلہ تو ہو جاوے۔ الغرض پانڈو گئے۔ مگر دریودھن کا حسد آگے سے دہ چند تھا۔ دھرتراشٹر نے اُن کو کھانڈو پرست کا جنگل دیا۔ انہوں نے خیال کیا کہ جاتے چور کی تڑاگی ہی سہی وہی لیا۔ اور اندر پرست بسا کر وہ ملک آباد کیا۔ کہ دریودھن کو آگے سے سوا رنج بڑھ گیا۔ اور کرشن دوارکا چلے گئے +

[1] عداوت کی وجہ یہ تھی کہ درونا چارج دروپد کا کلاس فیلو غریبی کے باعث استمداد کو گیا۔ دروپد نے کمال بے اعتنائی کی اور دربار سے نکلوا دیا۔ درونا نے دھرت راشتر کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ یہاں اس کی خوب عزت ہوئی۔ اور ایک دفعہ شاگردوں کو ساتھ لے کر دروپد پر حملہ کر دیا۔ اور شکست دیکر سخت ذلیل کیا۔ ۱۲

کچھ مدت بعد ارجن کو شوق قدم بوس دوارکا کو لے گیا۔ اور ارجن کی شادی کرشن کی بہن سوبھدرا سے ہو گئی۔ پھر کرشن اور ارجن اندرپرست میں آئے۔ اور بدھشٹر کو راجسو جگ کی سوجھی۔ کرشن نے کہا کہ جراسندھ کی موجودگی میں یہ ارادہ مشکل ہے۔ اور اس کے سر کرنے کو کرشن ارجن بھیم گئے۔ پندرہ دن کشتی رہی اور جراسندھ قتل ہوا۔ واپس آئے اور راجسو یگ شروع ہوا۔ کرشن اور سسپال کی لڑائی میں سسپال کا خاتمہ ہوا۔ اور یگ سپورن ہوا +

اس اشومیدھ جگ کی جلوہ افروزی نے دریودھن کی حاسدانہ نگاہوں کو آگے سے سوا چکاچوندھی میں ڈال دیا۔ اور ایک نئی چال چلا۔ یعنے جوا کھیلنا چاہا۔ پانڈو راج پاٹ ہار گئے۔ اور بن باس کو نکل گئے۔ بارہ برس کاٹ کر تیرھواں برس راجہ وراٹ کے ہاں گمنامی میں ملازمت کر کے کاٹا۔ آخر خدا خدا کر کے یہ کافر مرحلہ بھی طے ہوا۔ تو سلطنت واپس طلب کی۔ مگر وہاں سے صاف جواب ملا۔ لڑائی ہوئی۔ کورو کی صفائی ہوئی۔ یدھشٹر راجہ ہوا۔ اور پھر اشومیدھ یگ کیا +

مہابھارت کے جنگ سے پورے چھتیس (۳۶) برس کے بعد جادوؤں کی خانہ جنگی نے ان کا خاتمہ کر دیا۔ بلرام نے اسی غم میں سمندر کے کنارے پران تیاگ دیئے۔ کرشن جی نے سمادھی لگائی۔ دور سے کسی بہیر شکاری نے ہرن جان کر تیر مارا۔ اور خاتمہ کر دیا۔ ارجن کو خبر ہوئی۔ گئے۔ اور وہ گلزار و باغ بے چراغ و داغ دیکھ کر حیرت ہوئے۔ اٹل ویناش

کو ساتھ لئے روانہ ہوئے۔ راستہ میں ڈاکوؤں نے لوٹ لیا۔ مرتے دُکھ بھرتے جانیں بچاکر ہستناپور پہنچے اور یدھشٹر کو یہ سب حال سنایا! اسکو دنیا کی بے ثباتی اور بے وفائی آنکھوں میں نقشہ ہو گئی۔ پانچوں بھائی دروپدی بہمیت ہمالہ پر جا لگے۔ اور بجر سری کرشن کا پوتا اندر پرست میں۔ اور پریکھیت ارجن کا پوتا ہستناپور میں تخت نشین ہوا۔

رستم رہا زمانہ میں نے سام رہ گیا　　مردوں کا آسماں کے تلے نام رہ گیا

جنگ مہابھارت کا مختصر فسانہ

آئینہ سکندر جام جم ست بنگر　　تا بر تو عرضہ دارد احوال ملک دارا

سری مد بھاگوت گیتا کے مضامین پر روشنی ڈالنے کے واسطے اسیقدر کافی تھا جس قدر احاطہ تحریر میں آچکا۔ مگر چونکہ سری مد بھاگوت گیتا کو کورو چھیتر کے میدان سے چولی دامن کا تعلق ہے۔ اس واسطے اس کا بھی بیان کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے ؛

برہما کے فرزند سورج کی اولاد تو مشرقی جانب بڑی آب و تاب سے حکمران تھی۔ مگر مغربی حکومت مہاراج چاند سوم کی اولاد کے زیر قدم تھی۔ چندر کی اولاد سے راجہ بھرت کو خداوند کریم نے وہ طاقت دی کہ ہندوستان اس کے نام نامی پر بھارت ورش کہلایا۔ بھرت راجہ وشنیت کی اولاد سے تھا جس کی ایک بیوی کا نام شکنتلا تھا۔

شکنتلا دریاشار کھی کی لڑکی تھی جس کی شادی دشینت سے گندھرب طور سے
ہوئی تھی۔ شکنتلا کی ماں مینکا پری تھی۔ جس کو راجہ اندر نے دریاشا کی
عبادت خراب کرنے کو تپوبن روانہ کیا تھا۔ کیونکہ اس کو خوف تھا کہ مبادا
یہ عابد میرا درجہ حاصل کر لے +

راجہ بھرت کی اولاد سے راجہ شانتو بڑا صاحب اقتدار ہوا ہے
اس کی رانی گنگا بھیشم پتامہ ایک فرزند چھوڑ کر راہیٔ ملک بقا ہوئی
بھیشم پتامہ اگرچہ ہمہ صفت موصوف اور نہایت قابل اور تابعدار
شہزادہ تھا۔ مگر دوسرے فرزند کی آرزو اور ستیہ وتی ناخدازادی
کے عشق نے بھیشم کے حقوق کو اپنے شوق پر قربان کر دیا۔ اور ملاحوں
سے رشتۂ فرزندی کو راجہ شانتو نے تازہ کیا +

بندۂ عشق شدی ترک نسب کن جامی — کاندریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

رانی گنگا سے دو بیٹے ہوئے چترانگد اور وچترویریہ اور
شانتو چل دیا۔ بھیشم پتامہ نے چترانگد کو راج تلک دیا۔ مگر یہ بھی ایک
لڑائی میں کام آیا۔ پھر وچترویریہ تخت پر بیٹھا۔ مگر اُس کو تپ دق نے
صاحب فراش بنایا۔ بیاس جی نے حکمت عملی سے اُن کو تین
اولادیں دلوائیں۔ دھرت راشٹر۔ پانڈ۔ بدر۔ اور یہ غنیمت ہوا ورنہ
بھیشم کے پرن نے سلطنت کی اینٹ سے اینٹ بجا دی تھی +

وچترویریہ فراش بیماری سے دق ہو کر ملک عدم کو چلا گیا۔
دھرت راشٹر اندھا تھا۔ اس واسطے بھیشم اور ستیہ وتی نے حسب مرضی

پانڈو صاحب تخت و نگین ہوا۔

دھرت راشٹر کی بیوی کا نام گاندھاری تھا۔ کہ ایکلی سے سو بچہ ہوا۔ اور پانڈو کی دو بیویاں تھیں۔ کنتی اور مادری ان دونوں سے یدھشٹر بھیم۔ ارجن اور نکل۔ سہدیو پانچ فرزند ہوئے۔ پہلے سو کورو اور دوسرے پانچ پانڈو کہلائے تھے۔

کنتی کا ان تین کے سوا کرن ایک اور بچہ تھا جو کسی خاص وجہ سے ادھیر تھ رتھ بان کے زیر پرورش رہا۔ اور پانڈو شہزادہ نہ گنا جاتا تھا۔ مگر دریودھن کی پولیٹیکل پالیسی نے کرن بہادر کو انگ دیس کا راجہ بنا کر پانڈو کا مدِ مقابل بنا لیا تھا۔ یہ کورو جن کا سردار دریودھن تھا نہایت پالیسی باز اور فریبی تھے۔ ان کی آنکھوں میں پانڈوؤں کا کانٹا ہمیشہ کھٹکتا رہتا تھا۔ اور ان کے استیصال کی تدبیرات سے کبھی غافل نہ رہتے تھے۔ مگر پانڈو جن کا سردار یدھشٹر تھا راست باز اور جوانمرد تھے۔ مگر حق کی خاطر مرنے مارنے پر ہر وقت مستعد رہتے تھے۔

پانڈو ہستنا پور کا راجہ کدمب رشی کی بددعا سے سادھو ہو کر مادری سمیت دنیا اور مافیہا سے منہ موڑ کر ہمالہ میں جا گھا۔ اور سلطنت اور اولاد معہ کنتی کے دھرت راشٹر بڑے بھائی کے حوالہ کر گیا۔ اب حکومت کورو کے پاس ہے۔ اور ساتھ ہی یہ خواہش ہے کہ پھر ہاتھ سے نہ نکل جائے۔

باز آمدہ نگار سرمست بازت ندہیم دامن از دست

مگر پانڈوا ور گنتی بھی اپنے حال سے غافل نہ تھے۔ حکومت کی بادِ تمنا دل میں نوک نشتر کا کام دیتی تھی۔ اگرچہ دم سادھے ہوئے تھے مگر دل پر ہمیشہ سانپ لوٹتا تھا۔

کوئی میرے دل سے پوچھے ترے تیرِ نیم کش کو
یہ خلش کہاں سے ہوتی جو جگر کے پار ہوتا

یہ تمام راج کمار پانڈوا اور کورو کرپا اچارج کی تعلیم سے فارغ ہو کر درونا اچارج کی زیر اتالیقی کامل ہوئے۔ اشوتھاما درونا کا بیٹا بھی راج کماروں کا ہمدرس اور ویسا ہی بہادر تھا۔ اور آخر امتحان پر کھل گیا۔ کہ سب سو فیصدی پر پاس ہیں۔ ساتھ ہی یہ بھی ثابت ہو گیا۔ کہ رقابت اور عداوت کا بھی بہادر جسموں میں عنصر طبعی موجود ہے۔

درد سے سینہ میں اور منہ کو جگر آتا ہے
بیٹھ کے پہلو میں دل کو ہے مسلتا کوئی

دل کی آگ بھڑک کر اب شعلہ زن ہوئی۔ کنک وزیر کی مصلحت سے دھرت راشٹر نے دونوں کو جدا جدا رکھنا مناسب خیال کیا کہ مبادا گیہوں کے ساتھ گھن بھی پس جائے ۔

پانڈوؤں کو وارناوت کا علاقہ دیا۔ اور وہاں ان کے واسطے محل۔ باغ اور تمام سامان معیشت و معاشرت تیار کرا دئے۔ مگر بدرا اور دریودھن کی شرارت سے محلسرا رال۔ گوند۔ لاکھ وغیرہ

آتش گیر مصالحوں سے تیار کرائے - اب دریودھن تمام ہستناپور کے سیاہ وسفید کا مالک ہے - اور دل میں پانڈووں کے استیصال کا کانٹا بھی کھٹکتا ہے - یہ کیوں - صرف پانڈووں کی جواں مردی اور حق کی برق نے اس کے تمام خرمن انصاف کو جلاکر خاک سیاہ کر ڈالا ہے اور ہر وقت یہ فکر دامن گیر ہے کہ محل کو چنگاری دکھاکر پانڈووں کی ہستی مٹادی جاوے - ؎

مری تعمیر میں مضمر ہے اک صورت خرابی کی
ہیولا برق خرمن کا ہے خون گرم دہقاں کا

دریودھن کے دل کی آگ کا دھواں یدھشٹر کی چشم بصارت کو دکھائی دے چکا تھا - انہوں نے محل کے اندر سے ایک سرنگ کھدوا رکھی تھی - الغرض محل کو آگ لگی - پانچوں پانڈو ماں سمیت نکل کر جنگل جا پہنچے - مگر پانچ ناکتوں کا ماں سمیت دجو یدھشٹر کے خوان کرم سے سیر ہوکر وہیں سوئے تھے ، ظلم کی آگ سے سنگار ہوگیا - دریودھن کو خبر ملی - اور سمجھا کہ تیر نشانہ پر بیٹھا - یہاں تک دل باغ باغ ہوا کہ پھولا نہ سمایا - مگر ؎

ما در چہ خیالیم فلک در چہ خیال
کارے کہ خدا کند فلک را چہ مجال

دارناونت سے نکلکر یہ بے سامان قافلہ جنگل میں ایک بڑ کے نیچے جا سویا - مگر بھیم کو اس کی جوانی نے جگا کر سب کا پاسدار بنایا

رات ہڈمبا راکشنی کے حملہ کو روک کر اس کو چھٹی کا دودھ یاد دلایا۔ اور وہ یہاں تک رام ہوئی۔ کہ غلام بے دام ہو کر گندھرپ وواہ کیا۔ گھٹوت کچ بھیم کا لخت جگر اسی کا نور نظر تھا۔

پانڈووں کی صحرا نوردی کے حالات کی تحریر سے قلم کے پاؤں آبلہ خیز اور چشم دوات اشک ریز ہے۔ روز نئی مصیبت اور ہر صبح نیا حادثہ۔ آخر بیاس کی ہدایت سے بچکرا پوری میں ایک برہمن کے ہاں برہمن بن کر جا رہے۔

چہ شد فریفتہ بر حال خاکساری ما
بھر زمیں کہ رسیدیم آسمان دیدیم

یہاں کدمب راکھشس کو ہر روز ایک آدمی کا گوشت بطور ضیافت ملتا تھا۔ اور آج میزبان برہمن کی باری تھی۔ بھیم نے اپنی جان جوکھم میں ڈال کر کدمب کو صحرائے عدم کی ہوا کھلائی۔ ساری بچکرا پوری نے طوق احسان اپنے گلے میں ڈالا۔ اور پانڈووں کو سر آنکھوں پر بٹھایا۔ کچھ مدت سستائے تھے کہ دروپدی کا سوئمبر سُنا۔ روانہ ہوئے۔ دریودھن۔ کرن وغیرہ ہر ملک کے راجے مہاراجے یہاں قسمت آزمائی کو موجود تھے۔ مگر شرط کڑی تھی۔ کہ ستون پر مچھلی نصب تھی۔ اس کے نیچے چکر گھومتا تھا۔ ستون کے پاؤں میں چھپے پر ایک تیل کا کڑاہ تھا۔ قادر اندازوں کو اُبلتے ہوئے تیل سے دیکھ کر نشانہ باندھ کر لگانا تھا۔ جو گھومتے ہوئے چکر سے گزر کر مچھلی

کی آنکھ ہیں لگتا تھا۔

بڑھنے کا حوصلہ کسی کا نہ پڑا۔ کرن اٹھا اور کمان کو ہاتھ لگایا ہی تھا کہ دروپدی نے کہا۔ دور رہو۔ او سارتھی کے بگستاخ یہ راجوں کا جگ ہے۔ دروپدی تیری کسی صورت سے نہیں ہوسکتی۔ کرن اپنا سا منہ لے کر چلا گیا۔ ارجن نے یہ شرط پوری کر دی۔ دروپدی نے جے مال اس کے گلے میں ڈال دی۔ مگر راجوں نے شور مچایا کہ برہمن سوئمبر نہیں جیت سکتا۔ پانڈو کہتے تھے کہ ہم نے شرط پوری کر دی ہے۔ اور جے مال ہم کو مل چکی ہے۔ ہماری طرف کون ہے جو آنکھ اٹھا کر دیکھے۔ ہنگامۂ محشر بپا ہوا۔ ارجن اور بھیم نے وہ بڑھ بڑھ کر ہاتھ دکھائے۔ کہ بہادروں کے چھکے چھوٹ گئے۔ آخر سری کرشن جی نے فیصلہ کیا کہ جب جے مال مل گئی۔ اور سوئمبر کا خاتمہ ہو چکا تو خون خرابہ کا ہیکا اور یہ بھی ہے کہ پانڈوؤں نے بھی وہ قدم جمائے۔ کہ سب کے دم پھول چکے تھے۔ کسی کی دال نہ گلی۔ اور جا بجا سے آئے تھے پسینوں میں نہائے ہوئے چلے گئے۔ اور دروپدی پانڈوؤں کی آوارہ گردی میں ایک اور شریک شامل ہوا۔ اور اور پانڈوؤں کو درو پد راجہ کا ایک نیا سہارا مل گیا +

رات کو کرشن جی اپنی پھوپھی کنتی کو ملے۔ ادھر تو یہ ہوا۔ ادھر جب کورو ہستنا پور پہنچے تو سوئمبر پر چہ میگوئیاں ہونے

گئیں بھیشم پتامہ نے کہا کہ سویمبر برہمن نہیں جیت سکتا۔ اور دنیا میں ارجن کے سوا کون ایسا کمان دار اور حکم انداز ہے۔ جو سویمبر کی ایسی کڑی شرط پوری کرے۔ دریودھن بولا۔ وہ تو برناوت میں بھسم ہو چکے کیا اب دوسرا جنم ہے بدر نے کہا پانڈو ہر چند سادہ ہی سہی۔ مگر پھر بھی ایسی کچی گولیاں نہیں کھیلے جو ایسے کمزور داؤں میں آجاویں۔ میری نظر ضرور غلطی نہیں کرتی۔ سویمبر جیتنے والے پانڈو ہیں۔ اور جب ٹھیک طور پر یقین ہو گیا۔ سویمبر پانڈو نے جیتا تو دریودھن کی ماں مر گئی۔ اور دھرت راشٹر کی آنکھیں کھلیں کہ اب تو پانڈووں کے طرفدار بھی بہت بن گئے ہیں۔ کہیں ہاتھوں کی دی ہوئیں دانتوں سے نہ کھولنی پڑیں۔ اور لینے کے دینے پڑ جائیں۔ فوراً اندھے نے ہرکارے دوڑائے جو پانڈووں کو جا کر لائیں ÷

بدر اور کنک گئے۔ پنچال میں جا کر عرض حال کیا۔ بہت قیل و قال کے بعد راجہ دروپد نے کہا کہ میں پانڈوؤں کے جانے پر خوش نہیں۔ دریودھن کا خوف دامن گیر ہے۔ آگے اور بات تھی ہاں اگر سری کرشن ضمانت دیویں۔ تو منظور ہے۔ سری کرشن جی نے فرمایا کہ پانڈوؤں کا وطن میں جانا انسب ہے ÷

الغرض پانڈو ہستناپور میں گئے۔ اور اب دھرت راشٹر نے کھانڈو پرست کا سنسان جنگل علاقہ پانڈووں کو عطا کیا۔ گو یدھشٹر

نے وہاں اندر پرست بسا کر ملک کو وہ رونق دی کہ ہستناپور اس کے سامنے پانی بھرنے کا آرزومند تھا۔

پانڈووں میں معاہدہ تھا کہ اگر ایک شخص دوسرے کے آرام میں خلل انداز ہو تو بارہ برس صحرا نوردی کرے۔ ایک دن ایک برہمن کی استمداد کے لئے ارجن مسلح ہونے کو اندر گیا۔ وہاں یدھشٹر سویا ہوا تھا۔ خیر برہمن کو فائز المرام کیا۔ مگر بن باس کی کڑی اٹھانی پڑی سچ ہے۔ ؎

مانع دشت نوردی کوئی تدبیر نہیں
ایک چکر ہے مرے پاؤں میں زنجیر نہیں

روانہ ہوا۔ پہلے جا کر گنگا کے اشنان سے دل کا اطمینان کیا۔ اور رشیوں کی زیارت سے دیدۂ بصارت میں معرفت کا کحل الجواہر لگایا۔ پھر پرسرام سے تکمیل قادر اندازی و فنون حرب کی۔ ساحل سمندر کی سیر کرتا ہوا منی پور جا کر وہاں کی راج کماری چترانگد سے شادی کی۔ .... اور سیر کرتا ہوا دوارکا پہنچا۔ یہاں سبھدرا کرشن جی کی بہن سے شادی کی۔ اب بارہ سال ختم ہوئے۔ اور ارجن اندر پرست آ پہنچا۔

پانچوں بھائی جمع ہوئے۔ اور حسب ایما ے یدھشٹر تجویز یہ ہوئی کہ اشومیدھ یگ سے سلطنت اور نام کی قوت اور شہرت کو چار

چاند لگائے جاویں +

کرشن جی کو دوارکا سے بُلایا۔ مگر انہوں نے کہا کہ جراسندھ کا جب تک قلع قمع نہ ہو جاوے یہ جگ سپورن ہونا محال ہے۔ کیونکہ وہ بھی اسی ارادہ کا آرزومند ہے۔ ضرور مزاحم ہوگا۔ پہلے اس کا بندوبست کریں۔ کرشن۔ ارجن اور بھیم ادھر روانہ ہوئے۔ اور جاکر بھیم نے پندرہ دن کی کشتی کے بعد جراسندھ کو قتل کیا۔ کرشن نے سہدیو جراسندھ کے فرزند کو تخت پر بٹھایا۔ اور تمام کھتری راجوں کو قید سے چھوڑ کر اپنی اپنی راجدھانیوں کو عزت کے ساتھ روانہ کیا۔

واپس آئے۔ تو بھیم ارجن۔ نکل۔ سہدیو چاروں شہزادے فتوحات کو روانہ ہوئے۔ چین۔ ختن۔ لنکا۔ سماٹرا۔ پنجاب وغیرہ ممالک کو فتح کر کے اندرپرست میں واپس آئے۔ اور یگ کی تیاری ہوئی۔ دیس دیس کے راجے مہاراجے حاضر ہوئے۔ مگر ان دنوں میں چندیری کا راجہ سسپال سری کرشن سے دوبدو ہو گیا۔ اور مارا گیا۔ الغرض جگ ختم ہوا۔ اور تمام راجے مہاراجے خوشی خوشی اپنے دیسوں کو واپس گئے +

دریودھن جب واپس ہستناپور گیا تو اس کا حاسد دل قابو میں نہ تھا۔ حواس باختہ تھے۔ نہ یارائے جنگ تھی۔ نہ تاب تحمل۔ ازاں سو راندہ وازیں سو درماندہ۔ پھر اژدوں پر بھانڈا پھوڑا۔ شکنی دریودھن کا ماموں جو فتنہ مجسم تھا۔ بولا۔ کہ دریودھن! اب ایک

داؤں ہے کہ چوسر بچھاؤ۔ اگر قسمت ہے تو پوں بارہ۔ ورنہ اور طرح تو بادی النظر میں یدھشٹر کے معاملہ میں تمہارے تین کالے نو ہیں ہی۔

دریودھن نے الٹی سیدھی تقریروں۔ ضد اور اصرار سے ٹسوے بہا کر دھرت راشٹر کو بھی اس پر رضامند کر لیا۔ بدر گیا کہ تاؤجی بلاتے ہیں۔ پانڈو حاضر ہوئے۔ دو تین دن مہمانیاں کھا کھلا کر چوسر بچھا اور پالنسہ شروع ہوا۔ ادھر یدھشٹر جیسا ست پوت۔ اُدھر دریودھن اور اس کا شیطان شکنی۔ یہ ایک ایک کر کے مال۔ دولت۔ حکومت بھائیوں اور اپنی ذات اور بیوی سب کو ہار گیا۔ پرات کامی اور دوہساسن دھرت راشٹر کے چھوٹے صاحبزادے نے سخت دریدہ دہنی سے دروپدی کی بے عزتی کی۔ سر دربار بلوا کر رسوا کیا۔ اسپر بھیم کی غیرت کا دریا جوش زن ہوا۔ اور بولا کہ جب تک میں دریودھن کے زانو نہ توڑ لوں۔ اور دوہساسن کا چلّو بھر خون نہ پی لوں کشتی کا جھنا نہیں +

بکرن کی منصفانہ تقریروں نے کوروؤں کو سخت شرمندہ کیا جب بیا کار دھرت راشٹر نے بزم اور اہل بزم کو عزت اور ایمان سے برکنار دیکھا تو بیٹوں پر ناراض ہوا۔ اور بھتیجوں کو پھر اندرپرست کو روانہ کیا۔ اور کوروؤں کو جوئے سے کچھ استفادہ نہ کرنے دیا +

پانڈو واپس چلے گئے۔ دریودھن اور شکنی لئے ہوئے گھونٹ پی پانڈوؤں کو پھر واپس طلب کیا۔ اور پھر چوسر بچھا۔ یدھشٹر کا وہی حال تھا۔ کلام اللیل یمحوہ النہار۔ تازہ واقعہ بھی بھلا دیا۔ اور پھر سب کچھ

مرحبا شور جنوں زنجیر در کھڑکائے ہے
مژدہ خار دشت پھر تلوا مرا کھجلائے ہے

بہت اونچ نیچ کے بعد دھرت راشٹر نے یہ فیصلہ کیا کہ پانڈو بارہ برس بن میں کاٹیں۔ اور تیرھویں برس زاویہ خمول اور کوئے گمنامی ان کا ماوا و ملجا رہے۔ اگر پتہ لگ گیا تو پھر از سر نو اسی شرط کا اعادہ ہوگا۔ اور اتنی دیر ان کا ملک دریودھن کے زیر اختر رہے۔

کنتی پیرانہ سالی کی سفارش سے بدر اپنے دیور کے پاس رہی اور دروپدی اور پانڈو روانہ ہوئے۔ بن باسیوں نے پہلے جا کر گنگا جی کے اشنان اور سونگ رشی کے درشن کئے۔ اور اپدیش سُنا۔ دوسری منزل کامیک بن ہوا۔ یہاں سری کرشن تشریف لائے۔ دروپدی کو تسلی دی۔ اور انتقام کے وعدہ سے اُس کا دل ٹھنڈا کیا۔ تیسری منزل دویت بن تھی۔ والبدرشی سے ملاقات ہوئی۔ بیاس جی آئے انہوں نے ارجن جی کو حکم کیا۔ موقع غنیمت ہے۔ تم اسلحہ سازی اور فنون حرب کی تکمیل کو روانہ ہو جاؤ۔ اور باقی سب کو حکم ہوا کہ جب اپنا اپنا کام کر چکو تو یہاں ہی آ کر جمع ہونا۔ خیر بارہ برس ختم ہوئے مگر ابھی تیرھواں مصیبت کا سال سر پر تھا۔ گمنامی اور روپوشی بچوں کا کھیل نہیں۔ اور پھر پانڈووں جیسے مشہور آفاق لوگوں کے واسطے۔ جن کے پیچھے دریودھن کی حریص اور حاسد نگاہیں لگی ہوں۔

اور پتا پتا جاسوس اور تنکا تنکا دشمن ہو۔ اور دویت بن ہیں مشورہ ہوا کہ کیا کریں +

اگرچہ دویت بن میں اول دفعہ گندھربوں کی جنگ میں دریودھن کی جان ارجن نے بچائی تھی۔ مگر داؤں لگے پر کون چوکتا ہے۔ نہایت سوچ کے بعد متھرا کے نزدیک براٹ نگر کو روانہ ہوئے۔ اور راہ میں سنسان جنگل میں جاکر بھیس بدلا۔ یدھشٹر میر شکار اور مصاحب بنا۔ اور کنک برہمن نام رکھا۔ بھیم سین تو رسویا بنا۔ ارجن ہیجڑا برہنلا بچوں کا اتالیق اور علم موسیقی کا استاد۔ سہدیو۔ تنت پال گوشالہ کا منتظم۔ نکل گرنتھک گھوڑوں کا مبصر۔ دروپدی سیرندھری مشاطہ بنی۔ راجہ براٹ کے دربار میں حاضر ہوئے۔ اور ظاہر کیا کہ ہم مہاراج یدھشٹر کے ملازم ہیں۔ مگر کیا جانے ان کو مصیبت کا بھوت کہاں کہاں لئے پھرتا ہے۔ جیتے ہیں کہ مر گئے۔ آج تک جو ان کی درگاہ سے ملا تھا اس پر گذارہ کیا۔ اب کارد باستخوان رسید۔ دو روٹیوں اور پیالہ پانی کے محتاج ہیں۔ ہمیشہ تابعداری اور خدمت گذاری کو حاضر ہیں ۵

گر قبول افتد زہے عزّ و شرف

راجہ نے سب کو ملازم رکھ لیا۔ اور سیرندھری کو رانی کی خدمت میں بھیجدیا۔

عاقبت اندیش سیرندھری نے عام مشہور کر دیا تھا کہ پانچ گندھرب میرے عاشق ہیں۔ میری شادی بیاہ اور محبت اور ہر ایک

کام کے مانع ہیں۔ اور ہر طرح سے میری عصمت و عزت کے محافظ ہیں
اور یہ بات ایسی مشہور ہوئی کہ بیراٹ کے گھر گھر میں زبان زد ہو گئی۔
اور ہر کوئی سورندھری کے ساتھ خوف سے اور کچھ اس کی ہر دلعزیزی
سے اور خوش اخلاقی سے دل سے محبت کرتا تھا۔ قریباً گیارہ ماہ
آرام سے کٹ گئے۔ آخر تقدیر نے بے آرامی کا مُنہ دکھایا۔ ؎

اک مصیبت سے تو مر کے ہوا تھا جینا
پڑ گئی اور یہ کیسی میرے اللہ نئی

دل میں تھا کہ اب چند روز میں اپنے راج پاٹ کو پائیں گے کہ کیچک
رانی کا بھائی۔ راجہ کا سالا سورندھری کے حسن کا متوالا ہوا۔ آخر چھیڑ
چھاڑ شروع ہوئی۔ مگر بھیم نے جو طور سوپا بنا ہوا تھا۔ کیچک کا فیصلہ
کر دیا۔ اور پھر عین اُس دن کہ جب وہ اپنی کامیابی کی امید سے سورندھری
کی خواب گاہ میں چلا گیا تھا۔

سورندھری چیختی چلاّتی رانی کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ کہ
حضور میں نہ کہتی تھی؟ کہ گندھرپ ہر وقت میرے محافظ ہیں۔
ہائے کیچک کی جوانی پر موت نے رحم نہ کیا۔ ہے کال تو بڑا
کٹھور ہے ؎

جوان ہوتے ہی مرنے لگے حسینوں پہ
انہیں تو موت ہی آئی شباب کے بدلے

رانی روئی پیٹی۔ منہ نوچا۔ بال کھسوٹے مگر ؎

اب پچھتائے کیا ہو وت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت

آخر تجہیز تکفین ہوئی اور تجویز یہ ٹھیری کہ سور جدھری کو مرحوم کے ساتھ ستی کیا جاوے۔ باندھ کر لے چلے۔ مگر جب وہ نگم بودھ میں پہنچے تو دیکھا کہ دور سے ایک گرانڈیل۔ کالا بھجنگا تناور درخت کو جھڑی کئے لمبے لمبے ڈگوں سے نہایت سرعت کے ساتھ مرگھٹ کو آرہا ہے۔ یہ مصیبت کا موقع تھا۔ کوئی فوج تو ساتھ ہے نہیں تھی۔ آتے ہی بھلے لوگ نے نہتے ماتم زدوں کی درخت سے مرمت کرنی شروع کر دی۔ بہتیرے بھاگ گئے۔ اور بیسیوں زخمی ہو گئے۔ اور جو مر گئے ان کا اور کیچک کا سسکار کیا گیا۔ اور مشہور ہوا کہ یہ سور جدھری کا گندھرپ تھا۔ اور اس کو چھوڑ دیا۔ ع

رسیدہ بود بلائے ولے بخیر گذشت

یہ خبریں ایک کی دو دو ہو کر ہستنا پور پہنچیں۔ تو کرن شکنی۔ اور سب اخوان الشیاطین نے کہا کر گندھرپ وغیرہ یہ سب بہانے ہیں۔ اور جھوٹے اور بناوٹی افسانے ہیں۔ در اصل یہ سب پانڈووں کی کارستانی ہے۔ چلو بیراٹ پر حملہ کر دو۔ اگر پانڈو مل گئے تو پانچوں گھی میں اور سر کڑاہی میں۔ ورنہ کیچک بہادر تو مر ہی گیا ہے۔ بیراٹ پر ہمارا قبضہ ضرور ہی ہو جاوے گا۔ بہر دو صورت ہماری چاندی ہے ؎

کچھ نہ کچھ یار کے ہم کوچہ میں کر جائیں گے

فوج تیار ہوئی۔ بیراٹ پر حملہ ہوا۔ ادھر سے بھی ترکی بترکی جواب ملا۔ کوروی لشکر قریب تھا۔ کہ بھاگ نکلے۔ کہ کرن اور دریودھن کی تازہ دم ریزروڈ فوج نے حملہ کر دیا۔ اب اس بلائے بے درمان کا کیا علاج۔ برہنلا (ارجن) بولا کہ اب ان سب کا مقابلہ میں اکیلا کروں گا۔ اور وہ ناک پر انگلیاں مٹکا مٹکا کر باتیں کیں کہ رتھوں کے ہنستے ہنستے پیٹ میں جو سہے دوڑنے شروع ہو گئے۔ اگرچہ سب کا یہ خیال تھا۔ کہ ہیجڑا کیا کرے گا۔ مگر ڈوبتے کو تنکے کا سہارا۔ برہنلا اتر راج کمار کا رتھ بان بنا۔ اور فوج لے کر نکلا۔ فوج پیچھے رہی مدتھ کو برہنلا نے ہوا سے زیادہ اڑا کر حملہ کر دیا۔ اتر ڈرتا ہوا سہما جاتا تھا۔ اور چیختا تھا کہ ارے برہنلا ذرا دم لو۔ کمبخت فوج کو آ لینے دو۔ میں اکیلا چنا بھاڑ نہیں پھوڑ سکتا۔) مگر برہنلا کس کی سنتا تھا۔ بڑھ کر وہ تیر بارانی کی کہ کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ جو باقی رہے سب نے پیٹھ دکھائی۔ میدان راج کمار کے ہاتھ رہا۔ فتح کا نقارہ بجاتا بیراٹ میں آ پہنچا۔ اور ہر طرف سے مبارک سلامت کی آوازیں آنے لگیں۔

یہ تیرھویں سال کا آخری دن تھا۔ دوسرے دن بدھشٹر ظاہر ہوا۔ اول تو یہ خیال کیا گیا کہ یہ نوکر سودائی ہو گئے ہیں۔ مگر جب یقین ہو گیا تو راجہ بیراٹ نے نذریں دیں۔ نثار کئے۔ اور تخت سپرد کیا۔ اور آپ ان کے سامنے مجرا و سلام کیا۔ اتنے

میں کرشن جی معہ بلرام اور ساتک بہادر کے آپہنچے۔ راجہ درو پد اور اور راجہ مہاراج بھی حاضر خدمت ہوئے۔ اور صلاح مشورے ہونے لگے۔ آخر بات یہ ٹھیری کہ اگر کورو حق داروں کا حق ہانسی خوشی دیدیں۔ تو بہت بہتر ورنہ تلوار سے فیصلہ ہو +

اول بسم اللہ دروپد کے پروہت نے کی اور پیغام لے کر ہستناپور گیا۔ ادھر سے سنجے۔ دھرت راشٹر کا پرائیویٹ سکرٹری آیا۔ پھر ادھر سے کرشن جی سفیر بن کر گئے۔ اور ہزاروں اونچ نیچ دکھلائے مگر صلح نہ ہوئی۔ آخر یہ بھی کہا گیا۔ کہ حق نہ سہی تم پانچ گاؤں ہی دیدو۔ کہ ان کا گذارہ چلے۔ مگر لاتوں کے بھوت باتوں سے کب مانتے تھے۔ صلح نہ ہوئی پر نہ ہوئی۔ اور اس قدر ضد ہوئی کہ آخر جنگ ہی ضروری ہوا کہ طرفین کے لشکر اور مددگار جمع ہو گئے +

اس جنگ کو پانڈووں میں یدھشٹر۔ اور کورووں میں دریودھن کرن شکنی اور دوساسن کے سوا سب ناپسند کرتے تھے۔ مگر یہ اٹل اور ستیاناسی جنگ ہوا پر ہوا۔

پانڈووں کے مددگار یہ تھے۔ سری کرشن۔ بلرام۔ ساتک (جادو بہادر) راجہ بیراٹ۔ راجہ دروپد۔ اور دروپد کے فرزند دھرشٹا دمن اور کرشنا۔ سہدیو (راجہ جراسندھ کا بیٹا) اتر۔ سویت۔ سنکر (راجہ بیراٹ کے بیٹے) گھٹوٹ کیچ (بھیم کا بیٹا) ابھمن ارجن کا بیٹا) شکھنڈی بہادر (یہ بے ریش اور زنانہ صورت تھا۔ اور بھیشم پتامہ کی

موت اسی سے آئی۔ کیونکہ وہ آدبرھمچاری بہادر عورت سے مقابل ہونا اپنے پرن کے برخلاف سمجھتا تھا۔) اور پانچوں پانڈو۔ اور دیگر اُن کی اولاد اور ملازم۔ یہ فوج کچھ کمزور۔ اور تعداد میں بھی کم تھی۔ مگر ظفر و شکست خدا کے فضل اور حق پر منحصر ہے +

کوروؤں کے مددگار یہ تھے۔ سری کرشن کی فوج۔ کرن کنتی کا بیٹا۔ بھیشم پتامہ۔ بُدر۔ درونا اچارج۔ اور اس کا فرزند اشوتھاما۔ جو نہایت بہادر تھا۔ کرپا اچارج۔ کنک وزیر۔ ننلو کورو اور اُن کی اولاد۔ راجہ شل۔

آخر پر سری بیاس جی نے بھی اس جنگ کے نتیجے سے اور اس کا اونچ نیچ سب کچھ دھرت راشٹر۔ دریودھن اور اس کی سینا کو سمجھایا۔ پر بے فائدہ۔ جب وہ اپنا فرض ادا اور قطع حجت کر چکے۔ تو جاتے جاتے سنجے کو کشف کی قوت عطا کر گئے۔ جو ہستناپور کے محل میں بیٹھا ہوا جنگ کے سب حالات دھرت راشٹر کو بتاتا تھا۔ جس کو نابینائی اور پیرانہ سالی نے ہستناپور سے نہ نکلنے دیا +

تمام فوجیں کورو چھیتر پر جمع ہوئیں۔ اور اٹھارہ دن معرکہ کارزار گرم رہا۔ اور انجام اس کا کوروؤں کی بربادی اور ہندوستان کی تہذیب کے خاتمہ پر ہوا +

دارا نماند و شوکتِ ایراں تمام شد ۔۔۔ خورشید رفت در روز نماند ستو تمام شد

ظہرم شکست عصر نماند و گذشت تمام ۔۔۔ اے دیدہ پاسدار کہ خفتن حرام شد

اے کورو چھیتر۔ اے سیاہ زمین۔ اے لوح مشق رجال۔ اے شہر خاموشان۔ اور اے بدبخت ہندوستان کو ستاصل کرنے والی بربادی بخش بزمگاہ۔ تجھے وہ حالات یاد ہیں۔ جو یہاں گذرے۔ تجھے ان رشک رستم اور محیرت اسفندیار سیمین تن اور روئین بدن بہادروں کے کارنامے معلوم ہیں۔ جو یہاں خاک میں پیوست ہوئے۔ تو نے کیسے کیسے جوانمردوں کا خون پیا اور ڈکار تک نہ لیا۔ تو نے کیسی کیسی جمی ہوئی اور پشتینی حکومتوں کا نام ونشان مٹایا۔ ہندوستان کی تہذیب تجھ سے غارت ہوئی۔ انڈیا کی جمجاہی کا نشان تو نے گرایا۔ تو نے بڑے بڑے اولوالعزم عالی مرتبہ سکندر منش بہادروں کے گوشت کھائے۔ اور کروٹ نہ بدلی۔

ظالم تو نے ہی پرتھی راج کو غارت کیا۔ ہندوستان کا رہا سہا جاہ وجلال مٹایا۔ سوریوں کو برباد کر کے اکبری سکہ ملک پر لگایا۔ مرہٹوں کی جڑھ بیخ ہوا برد کر کے احمد شاہ ابدالی کی جے کی +

ہائے اے کورو چھیتر کی زمین! تو ہندوستان کی ڈائن ہے۔ جس نے اپنے سپوت بچے کھائے ؎

جمشید کہاں اور کہاں شانِ کیانی لنکا میں نہ وہ سر رہے نہ راما کی نشانی

ہے بھرت فسانہ تو یہ بھارت ہے کہانی — پانڈو کا نہ ست کوروں کی نے ریشہ دوانی

نے رستم و گشتاسپ نہ دارا نہ سکندر

تیمور نہ چنگیز۔ ہلاکو ہے نہ بابر

ارجن ہے کہاں اور یدھشٹر کی حکومت — بلرام نہ ساتک نہ کرشنا نہ پریچھت

نے سطوت دریودھن و نے بھیم کی صولت — بھیشم کا پرن ہے نہ درونا کی لیاقت

ایران و عرب ہند نہ ہے روم و بخارا

اے ایشیا پلٹی ہے تری کس نے وہ کایا

من از بیگانگان ہرگز ننالم — کہ با من ہر چہ کرد آن آشنا کرد

ہندوستان بلکہ ایشیا جو خمیازہ بھگتنا پڑا ہے وہ اس کی اپنی نااتفاقی اور جہالت کی کرتوت ہے +

الغرض جس میدان پر آج تک دریودھن دریودھن کے نام کا ڈنکا بجتا تھا۔ اس دھوم سے ہے یدھشٹر یدھشٹر کی صدا آنے لگی ؛ مہاراج یدھشٹر ہستناپور پہنچے۔ دھرت راشٹر کو پرنام کی سنگھاسن پر جلوہ افروز ہوئے۔ دادو دہش سے گھر گھر منگلاچار ہونے لگا۔ راجے مہاراجے جو بچے اپنی اپنی راج دھانیوں کو براجے +

للہ الحمد ہر آن چیز کہ خاطر میخواست

آمد از کتم عدم بر سر میدان شہود

اس واقعہ سے پورے چھتیس سال بعد یادو بنسیوں کی حماقت سے وہ جدھ پڑے کہ سب کٹ مرے۔ حسد و نفاق نے سب کو

صحرائے عدم میں پہنچا دیا۔ کوئی نام لیوا اور پانی دیوا باقی نہ رہا۔ کرشن نے ارجن کو بلایا کہ بنس کی بنس کا تہس نہس ہو گیا۔ آؤ اور بیواؤں اور یتیموں کی خبر گیری کرو۔ بلرام کو بھی غم سے خودکشی کا شکار کر دیا ہے میں نے دنیا سے منہ موڑ کر سمادھی جمالی ہے +

ارجن روانہ ہوا۔ مگر وہاں پہنچنے سے اول کسی شکاری نے کرشن جی کو ہرن خیال کر کے تیر سے نمکت لوک میں پہنچا دیا تھا یہ باقی ساتی کو سمیٹ کر چلے۔ راہ میں ڈاکوؤں نے لوٹ لیا۔ مرتے دُکھ بھرتے ہستناپور پہنچے۔ یدھشٹر اور تینوں بھائیوں کو روداد سنائی۔ دُنیا کی غداری اور بے وفائی سب کی آنکھوں میں آئینہ ہو گئی۔ یدھشٹر نے بجر کرشنا کے پوتے کو اندر پرست میں۔ اور پریکھپت ارجن کے پوتے کو ہستناپور میں تخت پر بٹھایا۔ پھر پانچوں پانڈو۔ دروپدی سمیت ہمالہ پر سمادھی لگا کر جا بیٹھے۔ اور وہاں سے موکش لوک میں جا پہنچے۔ والبقاء للملک المعبود +

اے چرخِ فلک خرابی از کینۂ تست — بیدادگری شیوۂ دیرینۂ تست
اے خاک اگر سینۂ تو بشگافند — بس گوہر قیمتی کہ در سینۂ تست

تنویر

یہ کتاب بھگوتگیتا سری مہاراج کرشن جی کی ہدایات کا مجموعہ ہے جو بر موقع جنگ مہابھارت ارجن کو کیں۔ ارجن نے جب دیکھا کہ مد مقابل

بھائی۔ چچا۔ دادا۔ گورو۔ دوست۔ غرض اپنا ہی لہو ہے۔ جو بگڑ کر برد وئے کار آیا ہے جوش ہمدردی اور محبت سدراہ جنگ ہوئی۔ مگر کرشن جی کی دور بین نگاہیں تاڑ چکی تھیں۔ کہ مادہ فاسد فصد طلب ہے۔ سمجھا بجھا کر پیار چمکار کر سیدھا کیا اور جنگ کا خاتمہ کرا دیا۔ سچ ہے

پیر مغاں کے پاس وہ دارو ہے جس سے ذوق
نامرد مرد مرد جواں مرد بن گیا

یہ کتاب محض روتوں کو ہنسانے۔ روٹھوں کو منانے۔ اور خیروں کو مرد بنانے ہی کا افسوں نہیں۔ بلکہ معرفت کا خزانہ اور گیان کا گنجینہ ہے۔ درویشی کے تمام اسرار جو سینہ بسینہ چلے آتے ہیں سب اس میں درج ہیں۔

سر خدا کہ عارف سالک بکس نگفت
میدان یقین کہ بادہ فروشی زما شنید

آج تک اس کے باون سے زیادہ ترجمے ہو چکے ہیں اور تشریحات بھی بے شمار ہیں۔ سب سے پہلا ترجمہ جو سنسکرت سے دوسری زبان میں ہوا۔ وہ شیخ ابوالفیض فیاضی فیضی کا ہے۔ اس میں اٹھارہ باب یا ادھیا ہیں۔

ادھیائے اوّل بکھیا جوگ — صرف سپاہ کی تیاری اور صف بندی کا حال ہے اور ارجن کے انکار کا ذکر ہے۔

ادھیائے دوم سانکھیوگ

اس میں بتایا گیا ہے کہ دُنیا سدا کال اس طرح ہے۔

روح ازلی اور ابدی ہے، یہ بچپن، جوانی۔ بڑھاپا۔ زید۔ عمر۔ روح کا لباس یا بھیس ہیں۔ ایک سوٹ پرانا ہوا۔ دوسرا پہن لیا۔ پس بناوٹ کا غم لاحاصل ہے۔ دُنیا میں نہ کوئی مرتا ہے نہ مرے گا۔ فنا روح کو نہیں ہے تو پھر اس تبدیلی کا رنج بے فائدہ۔ اور بے علمی کا نتیجہ ہے اور سرے سے یہ غم بھی تو فی ذاتہ کوئی شے نہیں ہے۔ یہ رنج و خوشی بیرونی تعلقات سے حواس پر مسلط اور مستولی ہو جاتے ہیں۔

حواس پانچ ہیں۔ سپرش (لامسہ) گندھ (شامہ) رس (ذائقہ) روپ (باصرہ) شبد (سامعہ) جو بذریعہ کان۔ پران۔ اوان و پان۔ چند پرمانو (ذرات) انسان کے حواس پر گرتے ہیں۔ اس تعلق کا نام سپرش ماتر ہے۔

جب نفس انسان بے یاد خدا ہوتا ہے تو اس سپرش سے ہنکار (پندار) ہوتا ہے۔ پندار سے سردی۔ گرمی۔ لذت۔ آواز۔ نرمی۔ بو معلوم ہوتی ہے۔ اور یہی اشیا باعث آرام و راحت یا رنج و تکلیف ہیں۔ تو جس طرح اصل بے اصل ہے اسی طرح یہ رنج و غم وغیرہ بے اصل ہیں ان کا خیال فضول ہے۔

نے غم زاہد و فارغ از یاس ہراس — این است عبادت فقیراں اشناس
تیج خود رستمند و با حقیقت بستند — نے خطرہ و نے تفرقہ و نے وسواس

پھر تین گن کی تشریح ہے۔ تموگن (نفس امارہ)، رجوگن (نفس لوامہ)، ستوگن (نفس مطمئنہ) جب پیرشش ماترا سے پرمانو اپنا اثر ڈالیں اور ان سے ایک خاص کیفیت پیدا ہوکر دل پر مسلط ہو جاوے یہ تموگن ہے۔ اور جب اس کیفیت مذکورہ کو دل سے زائل کرنے کے لئے مادی یا طبعی وسائل اختیار کئے جاویں یہ رجوگن ہے۔ اور اگر کوئی کیفیت دل پر مسلّط نہ ہو یہ ستوگن ہے۔ اور یہی حالت مسلّط ہونے سے انسان قابل نجات ہے۔

ملّا بہ نماز و روزہ ضبطے دارد　　صوفی بخدائے خویش ربطے دارد

رندان بمئے دوسالہ دل شاد کنند　　ہر کس بخیال خویش خبطے دارد

پھر عقل کی تقسیم کی ہے۔ عقل سلیم (گیان جوگ) اور عقل یا سوا بین (کرم جوگ)۔ اوّلی عقل ایک بحر محیط ہے اور دوسری عقل اس کی امواج ہیں +

جسم کا کام فعل ہے۔ اگر فعل بہ تقاضائے بشری لست اور کوئی خاص نتیجہ اس سے مامول ہے تو یہ کرم یوگ ہے۔ اور اگر فعل حسب عادت جسم سے سرزد ہوا۔ اور قلب کو اس سے نتیجہ یا لذت ردّیہ یا فاضلہ مطلوب نہیں۔ گیان جوگ ہے۔ اور یہ اعلےٰ درجہ ہے۔ جس کو ملا اس کی نجات ہے +

عقل سلیم (گیان) ہی عقل ساکن یا عقل غیر متحرک ہے۔ حواس اس سے قابو میں آجاتے ہیں۔ اور پھر ترک فعل ہوتی ہے۔ اور یہ

سب باتیں ترک حرص و آرزو سے ملتی ہیں۔ اور یہاں سے دوامی خوشی حاصل ہوتی ہے۔ جس کی ابتدا ہمدردی اور غایت نجات اور خوشی ہے۔

قومے بہ تمنائے زر و مال خوش اند | قومے بہ تماشائے خط و خال خوش اند
بیدل ہمہ را بحال بد مے بینم | خوش حال کسانیکہ بہر حال خوش اند

ادھیائے سوم۔ کرم یوگ

یہ باب باب دوم کی تشریح ہے آدمی دو قسم ہیں۔ اہل حرص و اہل عرفان۔ حریص لالچ میں ہی مرجاتے ہیں۔ اور دوزخ ان کا ٹھکانا ہے۔

عارف کا ہر ایک کام بلا غرض ہوتا ہے۔ اور نتیجہ اس کا آرام مخلوقات ہے۔

فعل جسم کا خاصہ ہے۔ اور جسم میں فعل کی پیدائش قدرتی ہے جس کو پرکرتی کہتے ہیں۔ جو کہ انسان کے ساتھ سایہ کی مانند ہے۔ اسی سے حرکت۔ حرارت۔ بارش۔ غلہ مختلف صورتیں پیدا ہوتی ہیں۔ اکاس (خلا) وایو (ہوا) اگنی (آگ) جل (پانی) پرتھوی (زمین) اس کی مختلف اشکال ہیں۔

فعل انسان کا خاصہ ہے۔ گر بے تعلق اور بے آرزو نتیجہ کرے تو محرم راز ہے۔ ورنہ مجرم اور لالچی۔

مجرم محرم اکا صورت میں سو یاں ایسے ہا دے | مناں ابہہ بندی مجرم والی محرم اُتے آوے

اھیائے چہارم سنیاس یوگ

اس میں ارجن کا سوال یہ ہے کہ دیوسوت (راجہ سوریہ)

اور راجہ اکشواکو آپ سے لاکھوں سال اول ہوئے - تو آپ ان کے استاد کیونکر ہیں - تو جواب ملا کہ عادتُ اللہ ہے - کہ جب دنیا گناہ سے پُر ہو جاتی ہے تو ایک ہادیٔ برحق دُنیا پر آتا ہے - ویسا ہی میں ہوں - اور ازل سے دُنیا کا یہی حال اور کام جاری ہے -

پھر تقسیم اعمال بتائی ہے - نیک (کرم) بد (بکرم) ترک فعل (اکرم)

کرم وہ فعل ہے - جس سے کوئی نتیجہ مطلوب ہو - خواہ بد خواہ نیک - اور جب کسی نتیجہ کی آرزو نہ ہو تو ترک فعل ہے - اور یہ سب سے اعلےٰ مقام عرفان ہے -

بازآ بازآ ازانچہ ہستی بازآ ۔ گر کافر و گبر و بت پرستی بازآ
ایں درگہ ما درگہ نومیدی نیست ۔ صدبار اگر توبہ شکستی بازآ

یہ علم عارفوں سے ملتا ہے - اُن کی قدر اور تعظیم کرو - اور یہ علم گناہوں کی آگ اور انسان کا ذریعہ نجات ہے - اور کرم گیان کے بارہ طریق بتائے ہیں - صفات پرستی - عمل بذریعہ عمل (اجپا جاپ) شرتی سادھنا (حواس کو قابو میں کرنا)، اشٹانگ یوگ (ضبط محسوسات بذریعہ حواس) من دھیان (ضبط دل) دان (خیرات) تپ (زہد) اپاپہنا (استغراق در ذات و صفات الٰہی) ودیا (علم) پرانایام (حبس دم) کم کھانا کم سونا -

ادھیائے ششم آتم سنجم جوگ

اس میں بتایا گیا ہے کہ جسمانی تعلقات اور افعال کا یوگ کے ساتھ تعلق اس وقت تک ہوتا ہے۔ جبتک کشف القلوب نہیں ہو جاتا پھر مشاہدۂ جان کے بعد قوائے اندرونی کا کام ہے۔

عزلت زخودی و خویشتن میباید	خلوت ہمہ بے جان و بدن میباید
بیشک عملے و ہمتے و شوقے بہتر	لے آنکہ دریں کار سخن میباید

ادھیائے ہفتم گیان او گیان جوگ

اس میں علم اشراق کا بیان کیا ہے۔ اور یہ بتایا ہے کہ جو کچھ ہے سب میرے صفات ہیں۔ خاک۔ آب۔ ہوا۔ آگ۔ خلا۔ دل۔ عقل۔ انیت۔ زندگی من (مدرکہ) بدھ (ممیزہ) چت (متخیلہ) اہنکار (حافظہ) یہ سب میرے صراط المستقیم کے رہنما ہیں۔ اکاش۔ پون۔ اگنی۔ جل۔ پرتھوی میرے مظاہر ہیں۔

برگ درختان سبز در نظر ہوشیار ۔ ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار

قدرت نے اپنے نیرنگ سے لطیف سے کثیف سے لطیف کی طرف نزول کر کے اپنا ظہور دکھایا ہے۔ یہ سب پانچ عناصر ہیں +

کان آواز سنتا ہے۔ جو خلا میں شبد کو بجاتا ہے۔ چمڑا سپرشس

دلس ہرتا ہے جو ہوا میں ہوتی ہے۔ آنکھ دیکھتی ہے جو روپ کی دلداد
ہے۔ زبان رس لیتی ہے رطوبت سے۔ ناک مٹی سے گندھ (بو)
لیتا ہے۔ اور اس طرح افعال اور ان کے پران پانچ نفوس ہیں۔
ہاتھ سمان اندری ہے۔ قوت استبداد۔ پاؤں میں پران
(قوت رفتار) ہے۔ منہ میں اپان یعنی قوت ماسکہ ہے۔ سیال
میں ویان۔ اور مقعد میں اودان قوت خارجہ ہے۔
اسی طرح اور قوتیں ہیں۔ اور یہ سب مظاہر قدرت ہیں۔
مگر جب تک انسان غور نہ کرے کچھ نہیں ملتا۔ اور اپنا تعلق
اور غرض دور نہ کرے لا حاصل ہے۔

میان عاشق و معشوق ہیچ حائل نیست　　تو خود حجاب خودی حافظ از میان برخیز

ادھیائے ہشتم۔ سادھ جوگ

اللہ کی ذات بے نشان
قیام عالم کا باعث ہے

اس میں کوئی تغیر و تبدل نہیں ہے۔ نہ عقل کو وہاں تک رسائی ہے
نہ حواس کو اس کی شناسائی ہے۔ اور جس قدر تمیز ہوتا ہے۔
وہ اس کے مقامات اور مدارج قرب نا متناہیہ ہیں۔ اس پاک
مولا کے دریافت کرنے کو علم اشراق کا ہونا ضروری ہے اور
یہی علم باطن ہے۔ جو باطن میں پیدا ہوتا ہے۔
ہر دم مولا کا تصور کرنے سے اور فعل کو اس کے تفویض
کرنے اور دل کو اشغال سے فارغ کرنے سے اس کا وصال حاصل

ہوتا ہے۔

مست جسیم
عشق دانی چیست دست از جان و دل برداشتن
از خود وانہ ہرچہ غیر اوست دل برداشتن

اِس ادھیا میں دکھشائن اور اترائن کا ذکر ہے۔ کہ جب سورج قطب شمالی کی طرف ہو تو اس وقت جو رکھشی مرتے ہیں موکش پاتے ہیں۔ اور قطب جنوبی میں ہو تو پھر آواگون ہوتا ہے۔

جگوں کا بھی اس ادھیائے میں ذکر ہے۔ ست یگ = سترہ لاکھ اٹھائیس ہزار سال۔ تریتا یگ = بارہ لاکھ چھیانوے ہزار سال۔ دواپر کی عمر = آٹھ لاکھ چونسٹھ ہزار سال۔ اور کل جگ = چار لاکھ بتیس ہزار سال میزان کل تینتالیس لاکھ بیس ہزار سال۔ یہ برھما کا ایک دن ہے پھر اتنی ہی مدت رات ہو جاتی ہے۔ رات کو برھما سو جاتا ہے۔ اور مخلوقات کا کام بند ہو جاتا ہے۔ یہ ادنے پرلے ہے۔ پھر جاگتا ہے۔ اور کام شروع ہو جاتا ہے۔ اور ایسے ہزار سال بعد برھما مر جاتا ہے۔ اور مہاں پرلے (حشر عظیم) ہو جاتا ہے۔ بعد ازاں از سر نو پیدائش کا کام شروع ہو جاتا ہے اور دنیا بنتی ہے +

لہ سورج کے وجود سے روشنی اور عدم سے ظلمت کا وجود ہے۔ نور روشنی گیان اور ظلمت جہل ہے۔ تو اس کی یہ تاویل ہوئی کہ وہ رکھی لوگ جن کا آفتاب علم اترائن ہوتا ہے۔ نجات پاتے ہیں۔ اور جب کہ جہل کے سبب ظلمت اور پندار کا پردہ ان کے دل کے آگے آجاتا ہے۔ تو دوزخ میں پڑتے ہیں ۱۲

اِس پر ایک اعتراض آتا ہے کہ ترتیا یگ کے آخر میں رامچندر جی ہوئے۔ اُن کا ہمعصر اور گورو بشسٹ منی مصنّف بشسٹ پران تھا۔ اس کا بیٹا شکتی جس کو بسوامتر نے قتل کیا۔ شکتی کا پراشر منی مصنف پراشر سمرتی و وشنو پران اور اس کا بیٹا بیاس ہمعصر سری کرشن و مصنّف مہابھارت۔

بشسٹ دواپر یگ کے اخیر زمانہ میں ہوا۔ اور بیاس ترتیا کے آخر میں گویا چار پشتوں میں پونے نو لاکھ گذر گئے۔ دراں حالیکہ عمر دواپر یگ میں ہزار سال۔ و ترتیا یگ دس ہزار سال زیادہ سے زیادہ ہے۔ اور دیکھو۔ پرسرام سیتا جی کے سوئمبر کے وقت موجود تھا۔ اور درونا چارج اور ارجن جی نے اس سے علم اسلحہ و جنگ سیکھا تو پرسرام کی عمر پونے نو لاکھ سال ہوئی (دیگر پرسرام کی بابت تو یہ کہا جاتا ہے کہ اس کو دوامی زندگی مل چکی ہے۔) مگر اگر یہ بات ہے تو اب وہ کہاں ہے؟۔

مگر اس کی تاویل بعض شارحین نے عجیب طرح کی ہے۔ اور غالباً سری کرشن جی کی مراد اس سے یہی تاویل ہے کہ دن رات میں تعداد سانسوں کی اکیس ہزار چھ سو ہے۔ اور درآمد برآمد کے بیتالیس ہزار دو سو ہوئے۔ اور پاس انفاس کے واسطے اندرونی بیرونی دس حواس کا ضبط ضروری ہے۔ تو چار لاکھ بتیس ہزار ہوئے۔ اب پاس انفاس کی منزل (فنا فی الوجود) کی تکمیل سے کل یگ ختم ہوا+

اس سے آگے دموں اور حواسوں سے کام نہیں چلتا۔ یہاں من اور بدھ کے ضبط کا انتظام ضروری ہے تو اس منزل کا خاتمہ اس سے دو چند قوت پر منحصر ہے۔ یہ آٹھ لاکھ چونسٹھ ہزار ہوئے۔ یہ دواپر یگ ہے +

چت کی منزل شامل ہو کر کل یگ سے تگنے بارہ لاکھ چھیانوے ہزار ہوئے۔ یہ تریتا یگ ختم ہوا +

اہنکار کی منزل طے کرنے کو اب کل یگ سے چوگنے سترہ لاکھ اٹھائیس ہزار ہوئے۔ اور ست یگ ختم ہوا +

اس سے یہ مراد ہے کہ اتنے مراحل طے کرنے کے بعد گیان (فنا) جو برہما کا مقام ہے حاصل ہوتا ہے۔ اور اگر یہاں آ کر انسان غافل ہو جاوے۔ تو برہما کی رات ہے یعنے پچھلا کیا کرایا اکارت گیا۔ پھر شروع سے محنت کرے۔ اور کل محنت کے بعد پھر غافل ہو جاوے تو قیامت اعظم ہے۔ اور پھر حواس وغیرہ از سر نو مخلوق ہو جاتی ہیں۔ شروع سے محنت کرے۔ ورنہ نرک اور بری حالت ہے۔ مترجم

ہزار سال عبادت کنی و سر بسجود
مبند چشم کہ از دست می رود مقصود

اس سب سے یہ مطلب ہے کہ نفس کی شرارت سے ہمیشہ

غافل نہ ہو جاوے اور ہر دم چوکس رہے۔ ورنہ جہالت کا ابر سیاہ پھر چھا جاتا ہے اور ذرا سی غفلت میں وہی مصیبت ہے۔

برہما کی رات سے بعض نے استغراق فی ذات یعنے مراقبہ سے بھی مراد لی ہے۔ اور دن سے استغراق فی صفات۔ تو پھر یہ مطلب ہوا کہ جب فنا کی منزل ہو جاوے تو بعد ازاں عالم استغراق ہے۔ اور استغراق اور مراقبہ سے اگلے مدارج طے ہوتے ہیں جو مشاہدۂ باطنی پر منحصر ہیں اور علوم اور اعداد اور مشاہدہ عینی سے بالا ہیں۔

گیان کے بعد کارن اہنکار کی منزل ہے یعنے علم لدنی کا درجہ۔ اور بعد ازاں ان بھو یعنے فنا فی اللہ کا درجہ ملتا ہے۔ اور درجہ فنا کے بعد بقا کا ہے۔ اور حیات دائمی حاصل ہو جاتی ہے اور دنیا کی ظاہری موت اور حیات برابر ہو جاتی ہے +

ادھیائے نہم۔ راج یوگ

اس میں تین قسم کا بیان ہے اول ذات ایزد تعالےٰ۔ جو حدوث اور قدم سے برتر ہے افعال اور دنیا کا ظہور اور فنا علم صفات پر منحصر ہے۔ ذات اور صفات کا باہمی تعلق۔ ادراک اور معقولات سے پرے ہے۔ اور جب خودی اور پندار کو دور کیا جاوے۔ تو چشم معرفت سے مولا دکھائی دیتا ہے +

دوم - انسان تین قسم ہیں - بد - نیک - عارف - بد تو جاہل متکبر - غافل اور لذات دنیا میں منہمک ہوتے ہیں - نیک موحد - عابد - اور طابع اور مطیع احکام الٰہی ہوتے ہیں - اُن کو مدارج اعمال پر ملتے ہیں - عارف حق و باطل کی تمیز کرتا ہے عالم جلوہ صفات ہوتا ہے - پندار کو موہوم شے جانتا ہے بیم و رجا سے آزاد ہوتا ہے - اور علم ذات میں خوش رہتا ہے -

سوم - ترک انانیت - اس سے علم ذات حاصل ہوتا ہے اور نجات ملتی ہے -

ادھیائے دہم بھبوت جوگ احکام قوائے صفاتیہ سے مخلوق ہوتے ہیں - جو کہ قدرت کی اشکال مختلفہ ہیں - وہ آپ ہی تماشا گر ہے - اور آپ ہی تماشابین ہے - ان تمام باتوں کی شناخت ترک پندار سے حاصل ہوتی ہے - اور وہی عرفان ہے عارف واصل ذات ہو کر مسرور ہوتا ہے -

در دل مے کشاید دیدہ از اغیار پوشیدن
کلید قفل دل باشد نگہ از خویش در دیدن

ادھیائے یازدہم روپ درسن جوگ - اس میں

بیراٹ[1] سروپ سے جزو میں کل کا تماشا دکھایا۔ اور یہ حق الیقین اور علم الیقین کی اعلےٰ منازل ہیں۔ فنا کا درجہ حاصل کرے اور انانیت چھوڑ دے۔ اور عشق میں فنا ہو جاوے۔ پھر یہ درجہ ملے۔ یہ وصال کا درجہ ہے۔

دست از طلب ندارم تا کام من برآید
یا جان رسد بجانان یا جان زتن برآید

اس میں فنا ہونے کا طریقہ ہے
ادھیائے دوازدہم بھگت جوگ

یعنی ہوا و ہوس کو فنا کرنا۔ اور درجہ ترک حاصل کرنا۔ حواس دل منضبط کرنا۔ مراقبہ کرنا۔ اور عشق اور فنا کا ذکر ہے اور اول پر دوم کو ترجیح دی ہے۔ کہ "موتو قبل ان تموتو" فنا سے محویت حاصل ہوتی ہے۔ اور یہ محویت جمال جانان کا آئینہ۔

عشق دانی چہ بود بندۂ جاناں بودن
دل بدست دگرے دادن و حیران بودن

اس میں عشق سے درجہ فنا کو حاصل
ادھیائے سیزدہم چھیترک جوگ

کرنے کا طریق ہے۔ اور چند اصطلاحات صوفیا کی تشریح اور

---

[1] بیراٹ سروپ۔ مکاشفہ کل ۱۲ [2] حیران یعنی محو ۱۲

جسم و جان کی توضیح ہے۔

ادھیائے چہاردہم ترگن بھاگ تعلقات جسم و جان کا بیان ہے۔ ست رج اور تم کی ماہیت ہے اور یہ کہ افعال اور گنوں کا تارک گن آتیت بن کر نجات حاصل کرتا ہے۔

ادھیائے پانزدہم پرکھشوتم جوگ اس میں پچھلے ابواب کا اعادہ کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ لالچ اور حرص سے مبرّا اور آزاد ہونا معرفت کا حصول ہے اور یہ عشق خالص اور محبت کامل سے ممکن ہے۔ عارف کو وصال ہے اور یہی وصال نجات ہے۔ مگر یہ کام مشکل اور محنت طلب ہے۔ کیئے جاؤ طلب صادق اور عشق کامل ہے تو پہنچ جاؤ گے۔

برحمت قطرہ دریا میشود چوں قطرہ شد دریا
بشکل انفصال افتد چو پیوندد بریدا ز ہم

حباب موج ہم آیند چوں از دور افتادی
بدریا قطرہ پیوند دا گر دریاست در معنی

ادھیائے شانزدہم دیوا سپر سمپت جوگ اس میں اعمال صالح کی فہرست ہے۔

ادھیائے ہفتدہم تری بھاگ۔ خدا کی یاد اور ستوگن افعال صراط المستقیم ہے۔

ادھیائے ہشتدہم سنیاس جوگ۔ واصلان الٰہی کی کیفیت ہے
ومن ذوق باب الکریم الفتح +

اس کتاب میں تناسخ کا بار بار ذکر ہے۔ اگر اہل اسلام اس سے مراد عقاب اخروی لیں تو پھر راستہ صاف ہے۔ کوئی اعتراض نہیں معرفت کے حصول کی جو اس میں ریاضات درج ہیں۔ وہ وہی ہیں جو صوفیائے کرام اسلام نے لکھی ہیں ؛

بعض اہل ہنود کرشن جی پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ جنگ کے بانی اور بصورت دوم ہندوستان کی تہذیب اور حکومت کے مستاصل یہی ہیں مگر گیارھویں ادھیا کو دیکھو اور غور کرو کہ یہ سب کچھ مشیت ایزدی کے کرشمے ہیں۔ ہونی بلوان ہوتی ہے۔ جس کو آخر کار بڑے بڑے پولیٹکل مدبر بھی مان چکے ہیں۔

حدیث از مطرب و مے گو و راز دہر کمتر جو
کہ کس نہ کشاد و نہ کشاید بحکمت این معمارا

اور یہ بھی نہ سہی۔ تو ذرا غور سے نگاہ کرو تو کورو جیسے ظالموں کا استیصال کیا ضروری نہ تھا۔ کیا ظالموں کو ظلم کی سزا دینا۔ اور ان کو ان کے کیفر کردار کو پہنچانا گناہ ہے؟ دوستو اگر یہ نہو۔ تو عدل و راستی زمانہ سے گم ہو جاوے۔ غریب لوگوں کی ہستی معرض خطر اور تلف میں آجاوے۔ اور رفتہ رفتہ تمام دنیا غارت ہو کر کچھ بھی نہ رہے۔ لاٹھی والے بھینس کے مالک بن کر گردش فلک اور امتیاز اعلیٰ و ادنے نے سب کو گرداب فنا میں ڈال دیں۔ باقی رہے تہذیب اور علوم کا خاتمہ اگر یوں نہ ہوتا ورا طرح

بھی ہو جاتا - جو کہ اول غفلت و ظلم پھر عدم و انکار اعمال سے کمزور - اور پھر نفرت ان کو قاطبتہً ضائع کر دیتی ہے -

یہ سب اعتراض حسد اور کجی کا نتیجہ ہیں - عدل اور سزا سے ظلم علم اور تہذیب کا نتیجہ اور اس کے قیام کے واسطے ہوتی ہے - نہ کہ علم اور تہذیب کے استیصال کو - اگر مال و دولت کو قلعہ میں رکھنے پر چور نقب لگا کر نکال لیں تو حفاظت اور محافظین کا اس میں جرم کیا ہے - یہ تو جو کچھ کیا گیا تھا نیک نیتی سے مستحقوں کے حقوق کی حفاظت اور علوم اور تہذیب کے اہلوں کے واسطے تھا - مگر خدا کی مرضی سے کسی کا کیا چارہ ہے ؟ - والبقاء للملک المعبود

ما در چہ خیالیم و فلک در چہ خیال
کاریکہ خدا کند فلک را چہ مجال

محمد منیر صدیقی القریشی

نادووال ۳ - ذیقعدہ ۱۳۳۸ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ترا حمد و شکر اے خدائے کریم | کہ تو ہے رحیم اور بندہ اثیم
گناہوں سے ہے میرا نامہ سیاہ | خطا بخش ہو اے تری بارگاہ
ترے وصف و مدحت کو کیونکر کہوں | ترا شکر انعام کیونکر کروں
خدا پاک تو میں ظلوم و جہول | تو پروردگار اور میں بوالفضول
دیا مجھکو موجود معدوم سے | کیا بہرہ ور دین مرحوم سے
منور کیا نور توحید سے | زباں پاک کی ذکر تمجید سے
عطا کی ہے مجھکو سخن گستری | کرم کی نبی پاک کی پیروی

خدایا بحق بنی فاطمہ
جہاں میں ہو مقبول یہ ترجمہ

دیباچہ سرمد بھاگوت گیتا

اِس کتاب کے اٹھارہ ادھیا ہیں۔ اور یہ مہابھارت کے بھیشم پرب میں ہے۔ جب عارف اور تصوف پسند لوگوں نے اس کو مہابھارت سے علیحدہ بطور وظیفہ ایک مستقل کتاب کی صورت میں لکھا تو اس پر ایک دیباچہ زیادہ کر دیا۔ میں اس کا ترجمہ ہدیہ ناظرین کرتا ہوں +

اوم

مشرف کیا ہے منی بیاس نے — یہ گیتا کی منظوم منثور سے
کرشن مہاراج ہیں دیوتا — نہیں دیوتا بلکہ پرماتما
کرے دور افکار باطل تمام — سکھاتا ہے دانش کے ہم کو کلام
ادھر آؤ ادیان کو چھوڑ کر — کہ سکھلاؤں عرفان رب البشر
گناہوں سے آزاد تم کو کروں — توہم کی زنجیر سب کاٹ دوں
پڑھو ورد میں تم یہ جو کرشنا اس — تصور کرو قلب پر ہے ہر اس
کہ دائیں انگوٹھے پہ اپنے گئے — مٹے جان نہ خنجر سے نے آگ سے
یہ سیتا پہ پردے نشان اور یاد — نہ پانی گلائے گا سکھائے نہ باد

یہ وسطیٰ پہ اخلاص سے پھر کہے ‏ ‏ نہ شو کھے کٹے نہ جلے نہ گلے

یہ بنصر پہ گن باخلوص صمیم ‏ ‏ وہ ہے لازوال اور ساکن قدیم

محیط اور ہے تا ابد لامکان ‏ ‏ رکھے پھر یہ بنصر پہ اپنے نشان

کہے پھر کہ ارجن ادھر کر نظر ‏ ‏ کہ سارے ہیں روپ ہیں ہوں جلوہ گر

رکھے ہاتھ پھر دوسرے ہاتھ پر ‏ ‏ کہے دیکھ جلوے مرے کر نظر

چھوئے پھر دل وجبہ وام الدماغ ‏ ‏ چھوئے ہر دو بازو وہ دونوں چراغ

کہے بعد ازاں جذب اشراق سے ‏ ‏ وہ چھپے جو پہلے لکھے گئے

پڑھے بعد ازاں کرکے دل کو رجوع ‏ ‏ باخلاص قلب و خضوع خشوع

کہ گیتا ہے عرفان کا تذکرا ‏ ‏ کرشنا نے ارجن کو تلقین کیا

منی بیاس نے اس کی تالیف کی ‏ ‏ مہابھارت اس سے مزین ہوئی

برستا ہے سب اس سے آب حیات ‏ ‏ منافی مجہل و شکوک و مہمات

اٹھارہ ورق ہیں کہ ہیں عرفان کے ‏ ‏ پیارے ہیں ماں باپ کے جان سے

سلام آپ کو بیاس جی صد ہزار ‏ ‏ کہ روشن ہے دل تیرا خورشید وار

کہ روشن کیا تو نے پر معرفت ‏ ‏ جلائی ہے یہ شمع جمشیدیت

مہابھارت آراستہ انجمن ‏ ‏ ہوئی اس سے رشک صد دی چمن

کرشنا مہاراج جی کو سلام ‏ ‏ کہ مانند طوسے لے وہ ہے نیک نام

لیے ہاتھ میں ایک نازک چھڑی ‏ ‏ دکھاتے ہیں راہ شہر عرفان کی

ہزاروں ہی تم پر سلام و صلوٰۃ ‏ ‏ دیا تو نے عرفان کا آب حیات

سب اپنشد پر معرفت دید کے ‏ ‏ مثل گائے کے دودھ سے ہیں بھرے

کرشنا مہاراج دو ہکیرا اُسے ‏— کہ ارجن کو گیتا سے ہیں دے رہے

مہاراج فرزند لبدیو جی ‏— دلا رام و کارم دل دیو کی

دہاں دیوتا ہا دیئے دو جہاں ‏— کہیں بے کساں قائل قاتلاں

تمہیں نے تو پانڈو و تکودی مخلصی ‏— تمہیں نے سکھائی ستم کی ندی

مہابھارت اک سر ہے لا انتہا ‏— کنول اس میں گیتا کا ہی خوشنما

گل زعفراں کی سی اس کی شمیم ‏— فصاحت میں ہے شان اسکی عظیم

مہاراج جی آپ کو نمسکار ‏— ہر اک دیوتا تجھ پہ پروانہ وار

ہمالہ پہ لنگڑوں کا تم سے عبور
فصاحت کا گنگوں کو تم سے شعور

ادھیائے اول بھیا جوگ

پانڈوؤں کی ترتیب جنگ

مورخ نے یہ داستاں یوں لکھی ‏— کہ سنجے سے کورو نے یہ بات کی

کہا اس نے کُرکھیت کا معسکر ‏— سجا کورو پانڈو سے اس شان پر

کہا اس نے جے ہو مہاراج کی ‏— تیاری یہ دونوں طرف سے ہوئی

کنور نے جو دشمن کی دیکھی سپاہ ‏— درونا اچارج سے کہنے لگا

کہ استاد جی کیجئے گا نظر ‏— کس آئین پہ قائم ہیں پانڈو پسر

درشتد دمن ہے پہ سالار فوج ‏— یسار اس کے ہے بھیم سالار فوج

نکل اور سہدیو بر میسرہ
وہ ساتک سر جادواں نامدار
وہ جیجد ھان پُر دل بفوج گران
مہاراج کاشی سر سروراں
اُدھر کنت بھوج اور ادھر شیفٹ نامدار
اِدھر ہے پرجیت یعمدز وہ دہ دھنگ
وہی دھرشٹ کیت آصف روزگار
ادھر پانچ پانڈو کے فرزند ہیں
کہ ہر ایک لاکھوں پہ وقت غرور
ہماری سپاہ میں یہ ہیں مرد کار
وہ بھیشم پتا مسر قل پہلواں
ترانو ر جیشم اور کرن دلیر
وہ ہے بکرن اور سب پہلوان
مری یاوری پر ہیں بستہ کمر
سپاہ پانڈووں کی اگرچہ ہے کم
ہماری سپاہ گرچہ ہے بیشتر
مرے پاس خاطر سے دل کرکے تنگ
کہ اعدا سے خواہاں ہے جب صلح کا
یہ بہتر ہے تم اس کے یاور بنو

وہ ارجن ہے سردار جملہ سپہ
وہ بیر ابھٹ ہے شیر دشمن شکار
دروپد ادھر مثل شیر ژیاں
لرزتا ہے جس سے زمین آسمان
وہ ہے ابھمن پہلوے نامدار
ادھر آتو چاہے تیار جنگ
سب آمادہ ہیں از پئے کارزار
کہ گنتی کے آرام و دلپسند ہیں
گراں تر ہے سب بے نظیر اور فرد
کہ ہر ایک ہے رو کش صد ہزار
وہ کرپا اچارج ہے شاہ یلاں
وہ ہے سومدت مثل غرندہ شیر
مرے خویش سب نازش دودماں
مرے چشم و بازو و جان و جگر
مگر ہے جواں بخت و شیر اجم
پر بھیشم پتامہ تو ہے معتبر
مقابل ہوا دشمنوں سے بجنگ
تو میداں میں کیا پھر کریگا وغا
سیہ بخت دشمن کو مہلت نہ دو

ادھر دیکھنا بھیم ہے سست دل | سپہ پست ہمت ہے اور مضمحل

سنا جب کہ بھیشم نے یہ ماجرا | کیا سنکھ سے شورِ محشر بپا

تو ارجن نے منہ پر رکھا دیودت | بجایا اسے صورِ محشر صفت

بجایا کرشنا نے جب پانچ جن | پڑا شور و غل زیرِ چرخِ کہن

تو پونڈریک پر منہ رکھا بھیم نے | رجا کو کیا بے رجا بیم نے

یودھشٹر نے بھی سنکھ اپنا اٹھا | سیہ دل عدو کو ہراساں کیا

پیتو کو کھ نکل نے بجایا بزور | ہوئے اس سے اعدا کے دل بیکرد

بجایا جو من پشپ کو سہدیو نے | تو مختل دماغ یلاں ہو گئے

دروپد شکھنڈی و رشٹدمن | شہ کاشی و ساتاک و ابھمن

مہاراج بیراٹ والا تبار | وہی پانچ پانڈو تر با وقار

اٹھائے جوان سب نے آلاتِ جنگ | ہوئی زندگانی زمانہ پہ تنگ

شروع ہو گئی جنگ اور کشت و خون | ہوا چیرہ دست آسمان زبون

دلیرانِ دریودھن کینہ جو | کھڑے ہیں ادھر صف بصف جنگجو

کماں کر کے زہ ارجن نامدار | ہوا مستعد جب پئے کارزار

تو پھر یوں کرشنا سے کہنے لگا | میری رتھ کو میداں میں لے چل ذرا

کہ دیکھوں وہ ہے کونسا سورما | جو تیار ہے ہم سے بہرِ وغا

مرے سامنے تن کے آئیگا کون | مرے حملہ کی تاب لائیگا کون

بھلا دیکھ لوں وہ بہادر جوان | کہ جسکو ہے کورو کے دھن پر گمان

مہاراج کرشن آن کی آن میں | رتھ ارجن کی لے آئے میدان میں

کہا پھر کہ اے نیک دل رزم خواہ
یہ بھیشم درونا ہیں سردار فوج
نظر کر کے ان پر جن نے کی آہ سرد
یہ سب میرا کنبہ ہے میرا عیال
میں اس کام سے سخت حیران ہوں
گرو مہربان۔ دوست اور خال و عم
مرے تن پہ ہیں خار مو خشک لب
رہی مجھ میں ہرگز نہ تاب و تواں
بھلا مان لیجیے اگر کرشن جی
ملے کشت و خوں سے بہت مال و زر
پہ جب قوم ہی بے نشاں ہوگئی
مرے ہاتھ سے قوم ہو گر تباہ
ہوا ان کے ہاتھوں جو ہیں بے نشاں
مجھے تاج پوشی میں ہو کیا مزا
یہ دریودھن اور اسکے بھائی شریر
سیہ دل ہیں ظالم ہیں بدکیش ہیں
دریغا نہیں جانتے بے بصر
میں جنگ ہرگز کرونگا نہیں
یہ کمبخت بے باک ہیں فتنہ گر

ادھر دیکھ لشکر کو کر کے نگاہ
وہ ہیں راجگان مددگار فوج
یہ کی کرشن سے عرض با روئے زرد
جنہیں مجھ سے ہے جنگجوئی کا خیال
غم و رنج دل سے پریشان ہوں
کروں ان سے میں جنگ ہائے ستم
دل و جان ہے پر ز رنج و تعب
مرے ہاتھ سے گر نہ جائے کماں
ظفر جنگ میں بھی مجھے ہوگئی
کہ بن جاؤں شاہنشہ بحر و بر
تو پھر زندگی رائیگاں ہوگئی
بنوں گا میں نفریں کا آماجگاہ
تو کیا فائدہ جاں گئی رائیگاں
کہ دنیا میں رہنا نہیں ہے سدا
ستمگار و جور و جفا کے ہیں پیر
بڑے حیلہ باز اور بداندیش ہیں
کہ قتل برادر کا ہے کیا ثمر
غم مرگ خویشاں سہوں گا نہیں
نہ بیٹے کی شرم اور نہ باوا کا ڈر

یہ ہیں سستی کشتی واقعی
یہ چور تنگ کرنے کے قابل سہی

گر پاس ناموس قوم کریم
ہوا سدِّ راہ قتالِ عظیم

رہا جب نہ مردوں کا دنیا میں نام
پھریں عورتیں ہر طرف بے لگام

ہوا اولاد بعید از فعل حرام
نجابت کا ہو جائے قصہ تمام

یہ سب برن سنکر ہوں ولد الزنا
مٹے پنڈ پانی کا سب ماجرا

جہنم میں کیوں قوم کا ہو مقام
مٹے کس لئے قوم و نیکی کا نام

کروں قافیہ اپنی عزت کا تنگ
کروں کس طرح اپنے خویشوں سے جنگ

نہیں کوئی غم خواہ ماریں مجھے
نہ اب جنگ پر آپ ابھاریں مجھے

یہ کہہ کر کماں ہاتھ سے پھینک دی
ہوس کچھ نہ باقی رہی جنگ کی

ادھیائے دوم سانکھ جوگ

سری کرشن نے جب سنی یہ مقال
تو جانا کہ ارجن ہے غم سے نڈھال

لگے اس کو کرنے نصیحت گری
کہ اے زیب سرداری و سروری

نہیں ہے یہ زیبا تجھے گفتگو
میاں! اٹھ کے دشمن سے ہو روبرو

جگر گردہ تیرا تو مشہور ہے
ہر اک گھر ترا ذکر مذکور ہے

یہ کی گفتگو تو نے کیا اے غضب
کریں کب یہ مردانِ عزت طلب

ارے جنگ میں ایسی دون ہمتی
یہ بے غیرتی اور بے عزتی

بہشتوں میں اہل شجاعت رہیں
جہنم میں نامرد بزدل گریں

بھڑا ہو تو میداں میں ہو کر دلیر ۔ نہ کر رو بہانہ سخن ہوکے شیر
کہا کرشن جی جنگ اخوان سے؟ ۔ گورو۔ دوست و عم و اخوان سے؟
درونا پہ بھیشم پیتامہ بھی نیز؟ ۔ مجھے اس سے بہتر ہے ہونا فقیر
خدا کی قسم جنگ بھاتا نہیں ۔ مرا ہاتھ خنجر پہ جاتا نہیں
نہ آمادہ مجھکو کرو جنگ پر ۔ گدائی ہے اس راج سے خوبتر
کروں جنگ میں ان سے کیا فائدہ ۔ سراسیمگی دل پہ ہو عائدہ
ہزیمت ہے اس فتح سے خوبتر ۔ کہ آلودہ خون لقمہ بد ہے مگر
نہیں یہ خبر کس کی ہوگی ظفر ۔ گرے کون پھر خاک پر خون پر
کسے تخت فرمان دہی کا ملے ۔ بچھے تختۂ موت کس کے لئے
مجھے جنگ پر تنگ مت کیجئے ۔ کوئی غم شکن سکھشیا دیجئے
ہو گر مملکت جاودانی عطا ۔ یہ ہوگا نہ کم یہ غم جانگزا
یہ کی التماس اور ہوا پھر خموش ۔ نہ تھی رنج اور غم سے سرتن کی ہوش

کہا کرشن نے ہنس کے ایجان جان
تو غافل ہے از کار سرّ جہان

تو بیہودہ مغموم ہے دمبدم ۔ کہ بے سود ہے یہ دل آزار غم
مناسب ہے غم اس کا جسکے سوا ۔ کہ ہو جان شیرین کو حرمان سدا
کہ ماضی تو گذرا نہ آئے گا پھر ۔ نہ آئندہ ہے جان من معتبر
مری بات پر کان رکھ میری جان ۔ کہ کرتا ہوں ظاہر میں سرّ نہان
کہ میں اور تو سب جو معلوم ہے ۔ نہ موجود ہے اور نہ معدوم ہے

گرفتار لیکن بہر سہ زمان
تغیّر نہیں جان کو ہے جسم کو
کبھی ہے جوانی بڑھاپا کبھی
یہ سردی و گرمی ہے تن کیلئے
معین گھڑی پر اجل آئیگی
بہت بادشاہان عالی وقار
زمانہ کی حالت جو ہوا اب سی
تو ہے مضطرب و مبدم کس لئے
بدن جان ہے پوشاک ہے اسکی تن
فنا ہے لباس کہن کے لئے
نترے مارے کوئی بھی مرتا نہیں
ذرا غور کر اے جن اس راز پر
جو یہ راز کھل جائے اے محترم
یہ ہے سرّ معنے کا مغز اے حبیب
فنا ہے سبو کو نہ گل کو فنا
ہویدا ہے یہ عارفوں میں مدام
سوا اس کے ہر چیز کو ہے عدم
سمجھ اس طرح تن میں تو جان کو
پہ یہ راز ہر اک پہ کھلتا نہیں

بہ تبدیل و تغییر نام و مکاں
حوادث میں ہرگز پریشاں نہ ہو
تناسخ ہمیشہ رہیگا یونہی
نہیں کوئی تکلیف من کیلئے
بد و نیک کو لے خلل آئنگی
گئے موت نے خاک میں خوار و زار
تو بیٹا نہ میراث لے باپ کی
بنا ان کا کھاتا ہے غم کس لئے
پھٹا کہنہ پہنا نیا پیرہن
نہیں جان کو بلکہ تن کے لئے
بگڑتا نہیں کچھ سنورتا نہیں
اُٹھ اور مستعد ہو کے کس لے کمر
مساوی ہے عیش و خوشی درد و غم
فراغت سے ہے عارف خوش نصیب
پہ تغییر ترتیب ہے مدعا
کہ ہے ذات جان آفریں کو دوام
نہ وقت معین پہ ہل دیں دم
کہ شمع فروزندہ چمنی میں ہو
رہِ معرفت سب کو ملتا نہیں

مقیّد نہیں بلکہ مطلق ہے جان
غرض پرتو ذات برحق ہے جان

مبرّا منزّہ ہے موجود ہے
مگر جسم معدوم و مفقود ہے

تغیّر تو ہے عرض کو ایعزیز
یہ جوہر ہے قائم سدا کر تمیز

نہ اوسط نہ اعلےٰ نہ ادنیٰ وہ ہے
نہ مولود والد ہے بے کیف وہ ہے

عدم ابتدا میں ہے ہر اک وجود
عدم آخرش وسط میں ہے نمود

تحیّر ہے اعمال تقدیر سے
یہ سب بے خبر اس کی تعبیر سے

نہیں جانتا کوئی بھی ماہیت
نہیں ہوتی مکشوف کچھ کیفیت

ہر اک وقت یکساں ہے اور ہر زماں
نہ مضغہ نہ بچّہ نہ بوڑھا جوان

سمیع و بصیر و خبیر و علیم
یہ قیوم فی ذاتہ اے حکیم!

جلے آگ میں نہ بہے آب میں
نہ غافل ہے نے مست نے خواب میں

نہ راز اس کا آئے سمجھ میں ذرا
یہ احیائے عالم۔ اک اس کی ادا

حقیقت کی آنکھوں سے دیکھو اسے
وہ دنیا میں جوں جان تن میں رہے

اگر تیرا ارجن! ہے یہ اعتقاد
کہ ہے روح مخلوق رب العباد

تو پھر بھی غم و غصہ کب ہے روا
کہ ہے ساری خلقت کو آخر فنا

فنا جان کے واسطے ہو اگر
بجا جنگ سے تھا نہیں کچھ حذر

مگر جان کو جب فنا ہی نہیں
تو سب زندہ ہیں موت آتی نہیں

عدم سے اٹھے اور یہاں آ گئے
یہاں سے اٹھے اور عدم کو چلے

زمانہ میں دن ہے کبھی رات ہے
حیات و عدم ایک ہی بات ہے

تو موت اور اس کے الم سے نہ ڈر
نہ کچھ خوف میدان و مردن سے کر

کہ جاہل کو گردش سے آئے عجب — یہ عارف کو ہے اس سے رنج و تعب

کسی کو تو ہے اس سے حیرانگی — کسی کے لئے وہم و دیوانگی

ہوا پھر تو مامور جس کام پر — وہ کر اور زنہار رن سے نہ ڈر

تو ہے چھتری بزدلی عار ہے — تجھے جنگ کرنا سزاوار ہے

شہادت میں مرنا تو ہے برتری — یہ کس کو ملے ہے بجز چھتری

کمر کس کے میداں کو تیار ہو — نہ کر بزدلی اور نہ تو خوار ہو

کہیگا کوئی ڈر کے الٹا پھرا — کوئی منہ چڑائے گا المدعا

اگر ہے بلا آرزو کے مصاف — تو ہر اک خطا ہوگی تیری معاف

شہادت سے جنت میں ہوگی جگہ — ظفر گر ہوئی تو ہوئے بادشہ

جو ہے آرزوئے شہادت تجھے — ملے دو جہاں میں سعادت تجھے

قوی اور جری ہو لے تیغ تیز — خجل ہو نہ میداں سے کرکے گریز

حیات جہاں ہے حباب سراب — نہ کر نیک نامی کو اپنی خراب

جو کچھ میں نے کی اب تک گفتگو — خلاصہ یہ ہے سانکھ کا ہو بہو

پہ اب جوگ کا جوگ دکھلاؤں گا — تمام اس کے اعمال بتلاؤں گا

یہ مشکل تو ہے پر جو ہو کاربند — وہی قید ہستی کی توڑے کمند

عمل ہے یہ مقبول اہل نظر — زیاں کمتر کم فائدہ بیشتر

مرادیں ہوں خیرات و برکت حصول — نہ ہو مطمئن اس سے لیکن ملول

اگر یگ کرو یا کرو تم ہون — یہ ہے چیز جاندار کا سوختن

طمع سے ہوں سب کار دنیا خراب — طمع سے دل اہل دنیا کباب

ستوگن ۔ رجوگن ۔ تموگن تمام ‌ ‌ ‌ انہیں سے ہیں جاری زمانہ کے کام
گنوں سے کرے جوگ بالکل جدا ‌ ‌ ‌ کرے جوگ واصل بذات خدا
مری بات پر کر عمل شاد رہ ‌ ‌ ‌ پھر آواگون سے بھی آزاد رہ
ستوگن تو ہے خوے اہل کمال ‌ ‌ ‌ نکلے اس سے سب فعل بے زوال
جسے ماسوی اللہ کی حاجت نہیں ‌ ‌ ‌ تم و رج کی اس کو ضرورت نہیں
نہ مانگ اپنے اعمال سے فائدہ ‌ ‌ ‌ پہ رہ محو ہر دم بذات اله
جو چاہے ثمرا اپنے کردار سے ‌ ‌ ‌ وہ بے عزت اہل نظر میں رہے
اگر جوگ کو تو کرے اختیار ‌ ‌ ‌ نہ دنیا پہ تیرا رہے کچھ مدار
غرض بے ادب غافل اور لالچی ‌ ‌ ‌ نہیں جانتا ماہیت جوگ کی
ریاکار بیہودہ گو پر دغل ‌ ‌ ‌ کریں کار مردم میں بشتاب خلل
بچھاتے ہیں تزویر کے دام کو ‌ ‌ ‌ چلاتے ہیں تسخیر کے کام کو
پہ ہے بحر عرفان حق بیکران ‌ ‌ ‌ کہ ہے بلبلہ جس میں سارا جہان
نہ ہو نیک و بد جب ترا کام دل ‌ ‌ ‌ تو ہو ترک و تجرید آرام دل
ریاضت تو کر جوگ کی بے ریا ‌ ‌ ‌ کہ ہووے عیاں نور ذات خدا

کہا اس کو ارجن نے اے رازدان
حقیقت کرو جوگ کی اب عیان

کہا جوگی ہوتا ہے آزاد مرد ‌ ‌ ‌ ہر اک ضد سے پاک لالچ سے فرد
ہر اک امتحاں پر وہ کرتا ہے صبر ‌ ‌ ‌ سگ نفس پر خوب کرتا ہے جبر
نہ لذات دنیا کو ہو خوشہ چین ‌ ‌ ‌ ہمیشہ رہے صاحب صالحین

کرے پاسِ انفاس و ذکرِ خدا
ہمیشہ رہے خلق پر وہ رحیم
بظاہر نہ ہو جوگ کا آشنا
حواس اس پہ غالب ہوں نہ ہاں کا
زباں کو نہ لذت کی ہو چاشنی
تمنائے بستر نہ ہو جسم کو
نہ بوئے گل فرح بخش دماغ
ہوا و ہوس سے تباہ کام ہو
زبوں نفس ہو جائے دل رام ہو
کرے خواب کم اور کرے کم غذا
گرفتار حس چاہ میں بے بصر
یہ بیدار دل مطمئن ہے بشر
یہ دنیا کی ہوشیاری غافلی
گرا ہے سمندر میں بے عقل کورہ
جدھر چاہے لیجائے اس کو ہوا
یہ جس نے ہوا و ہوس چھوڑ کر
گھڑی اک جو ذکر خدا میں کٹی
حسوں پر جو غالب ہوا مرد ہے
جو ذکر خدا ہو تو باطل کہاں

اہنسا پہ مائل رہے وہ سدا
باخلاق و عادات مولا کریم
یہ باطن میں ہو ذات محو خدا
ہمیشہ کرے شکر پروردگار
سماعت ہو آواز خوش سے غنی
گلوں سے بصر کو نضارت نہ ہو
تو پھر یاد حق سے ہو روشن چراغ
طمع بد کرے نام و انجام کو
توکل پہ موقوف ہر کام ہو
لگن رکھے دل کو سوئے خدا
اسی سے ہے انجام سے بے خبر
اسے کیا خبر کب ہو شام و سحر
سراسر ہے خواب اور ہے غافلی
نہ پاؤں میں طاقت نہ ہاتھوں میں زور
عدو جذر میں تلف ہو بے حیا
لیا راہ توبہ۔ وہ خیر البشر
نثار اس پہ دونوں جہاں کی خوشی
حقیقت شناس اور فرخندہ ہے
یہ واہی خیالات ہوں بے نشاں

ہوا و ہوس موجب گمرہی — کمالات کی روک ہیں تو یہی
کیا ہے اگر کام بے آرزو — ہوا کام بالا تر اے ماہ رو
ہوا تجھکو حاصل یہاں گیان جب — یہ کم اس پہ پابند فعلوں کے لوگ
تناسخ کی عملوں سے اچھا ہیں — یہ سب کرم یوگ اپنا لیکر مریں
بڑھا سب سے ہے اہل عقل سلیم — اسے گیان ہے اسکی عادت کریم
جو مانند کچھوے کی اپنے حواس — سمیٹے وہ ہے عقل کا رکن اساس
تمنا ہے سینہ فگار بشر — تمنا خدا اسے رکھے دور تر
کرے عقل سے دور حرص و ہوا — کرے محو خاطر سے صدق و صفا
نہیں جو کہ صاحب دل ایمان من — وہ ہے قید زندان آواگون
کہ باد ہوا اسپہ ہے ناخدا — دل اہل غفلت ہے کشتی نما
پہ عارف کا دل بحر ذخار ہے — کہ سب ندیوں کا بلاخوار ہے
قفس سے ہوا کے وہ بلبل اڑا — رکھا جس نے دل اپنا سب سے جدا
ہوا و ہوس دل سے باہر نکال — کہ آئے نہ روز جزا کو وبال

ادھیائے تیسرا کرم یوگ

کہا پھر یہ ارجن نے اے خوش خصال — کہ ہے فعل پر علم کو جب کمال
تو پھر کس لئے بہر جنگ آوری — مجھے حکم ہے اے سر سروری
کہ کوروں کے لشکر پہ ڈالوں بلا — نشاں انکا ہستی سے دوں میں مٹا

خدا سے ڈرا سے کرشن تو کس لئے ۔۔۔ مجھے حکم دیتا ہے سالوس کے
دو رنگی نہ کر بات تو اے عزیز ۔۔۔ بتا غم سے بچنے کی کوئی تمیز

کہا کرشن نے یاں پہ ہیں دو طریق
عمل والے اور عارفوں کا فریق

اہل عمل

عمل والے اہل دول پر جفا ۔۔۔ دغا باز ہیں اور غرض آشنا
مگر دوسروں کو ہے اس کا خیال ۔۔۔ کہ اور اک سے فہم اس کا محال
وہ دنیا کے بنانے دعا ان کا کام ۔۔۔ یہ عابد رہیں حق کے صبح اور شام
مگر کام سے کوئی خالی نہیں ۔۔۔ سوا فعل کے زندگانی نہیں
عمل سے نہ خالی ہو تو بھی کبھی ۔۔۔ روش نیک پر کاٹ لے زندگی
عمل سے ہی دنیا کا ہے اہتمام ۔۔۔ عمل سے ملے نار و دار السلام
بناوے عمل تجھ کو صاحب کمال ۔۔۔ کرے دور آواگون کا دبال
پر اعمال میں جب ہو حاصل کمال ۔۔۔ ہر اک کام کا ترک ہووے خیال
مگر دیکھنا ترک افعال گر ۔۔۔ کریں دل کو ماتحت حس بشر
تو اس ترک سے کچھ نہیں فائدہ ۔۔۔ گنہ بلکہ ہووے وہاں عائدہ
عمل کر عمل تو ابھی خام ہے ۔۔۔ مگر ترک ۔ اچھا یہی کام ہے
عمل اولاً بعد ازاں ترک کار ۔۔۔ اگر تو کرے گا تو ہو رستگار
ریا سے نہ کر ضبط حس زینہار ۔۔۔ کرو شوق و ہمت سے باطن میں کار
کہ جب کام مولا کی خاطر کریں ۔۔۔ ملے گی جگہ پاک فردوس میں
پہ گر نفس دوں کے لئے ہووے کام ۔۔۔ تو ہوتا ہے دل قیدئ رنج و نام

نہ ہو حاصل اس طرح سے کام دل	بہت دور ہے اس سے آرام دل
کرو کام سارے خدا کے لئے	نہ پاداش اور مدّعا کے لئے

شلوک

برہما کو داتا نے پیدا کیا
بنائے جہاں کو ہویدا کیا

کیئے بعد ازاں حق نے یگ اور کام	کہ ہو کثرت خلق و مخلوق عام
یگوں سے ہے پختہ عمل کی بنا	عمل سے ہے مضبوط دو عالم بپا
اگر دیوتا کے لئے یگ کریں	تو مل جائیگی اس کی منزل انہیں
انہیں سے ملے ان کو نصرت مدام	ملے منزل عیش و دار السلام
خورش میں ہے بخشش از پئے دیوتا	حرام اس کا کھانا ہے اس کے سوا
پکائے غذا محض اپنے لئے	مدام اس پہ لعنت خدا کی رہے
جو کھلائے کہ تا کچھ کرے نیک کام	وہی نیک دل ہو وہی نیک نام

[illegible]

اناجوں پہ ہے سب مدار حیات
یہ باراں پہ غلہ کی سب کائنات

یگوں سے بنے ابر برسے سحاب	زراعت کو سرسبز کرتا ہے آب
کلام خدا پیدا ہیں اور پران	یہ یگ کر خولے یہ ہے سب عیان
کہ افعال قدرت سے پیدا ہوئے	ہر اک کام دنیا کا قدرت کرے
بشر بھی مقلد ہو تقدیر کا	مناسب ہے ورنہ وہ جیوی مرا
نہیں زندہ مغلوب حرص و ہوا	کہ ہے ساز برگ جہاں میں لگا
نگر گشتۂ عشق مولا کریم	نہیں بسمل تیغ امید و بیم

جہاں میں رہے گا سدا شاد کام
کہ ہے محو یاد خدا صبح و شام

جو بے آرزو شاغل کار ہے
ہمیشہ ہمیشہ سبکبار ہے

جنک راجہ اور اکشواکو مدام
یہ سب بے غرض کر گئے نیکنام

جہاں سے گئے سورگ کو شاد شاد
کٹی زندگی عدل کرتے تھے داد

خلائق پہ رحمت رضائے خدا
برضائے خدا خلق اہل صفا

بزرگوں کا دستور کر اختیار
بنا حق پرستی کو اپنا شعار

جو راجا کرے وہ ہے پرجا کا کام[۱]
نہیں تو پھریں راستی سے مدام

ترے لوک[۲] سے ہیں جدا ہو چکا
مٹا کر خودی خود خدا ہو چکا

مرے کام ہیں سب خدا کیلئے
رضا میری اس کی رضا کیلئے

بد و نیک یکساں ہے میرے لئے
کہ سب کام میرے خدا نے کئے

جو عارف نہیں نفس و رحمان کا
وہ سمجھے کہ ہر فعل مجھ سے ہوا

وہ جاہل ہے خبطی ہے اور بیخبر
وہ ہے واجب الرحم جن و بشر

بے کام پر دل نہ ہرگز لگا
نہ نیکی کے دامن کو [illegible] رہا

بجبر میں مت کاٹیو زندگی
کمال بشر ہے سر افگندگی

خبردار ہیں رمز دانان راز
کہ ہر شغل کا ہے خدا کارساز

لہ اگر راجا نیک کام نہ کرے تو تمام لوگ راستی سے پھر جائیں گے۔

۲ ترے لوک یعنے تین جہان۔ دنیا برزخ عقبےٰ۔ اور دنیا عاقبت۔ اعمال۔
اور روحانی۔ جسمانی۔ عملی ۱۲

عیاں کی یہ پرکرت نے کائنات
جو ہے قدرت خالق شش جہات

اسی سے ہوئے تین گن آشکار — اسی پر ہے موقوف دنیا کی کار

ہے باقی خدا اور فانی تمام — زمین آسمان روز و شب صبح و شام

نہ رکھ تو تعلق کسی کام سے — ہر اک کام کو مجھ پہ تو چھوڑ دے

نہ ہو تیری گردن پہ جب کوئی بار — تو مردان میدان سے رکھ اپنی کار

مری بات پر گر کرے تو عمل — نہ آئے ترے کام میں کچھ خلل

نہیں ہے اگر تیرا یہ اعتقاد — تو پھر تو نہیں اہل حق و سداد

کہ گر اپنی مرضی کا ہے آدمی — سدا ہے گرفتار رنج و غمی

عمل سے نہیں ہے کسی کو گریز — نہ جاہل نہ عارف نہ برنا و پیر

پہ با تحت حس کوئی کر تو نہ کار — تو چھوڑ اپنا ہر کام میں اختیار

کسی سے نہ کر دوستی دشمنی — یہ ہے موجب رنج و درد و غمی

گر اس راہ میں موت ہے خوب ہے — سوا اس کے نہ غیر محبوب ہے

اس آئین پہ جب سے کیا اپنا کام — رہا جہت حق سے وہ شاد کام

کہا پھر کہ ارجن ہر اک ذی حیات — بدل ہے طلبگار والا صفات

تو کرتا ہے پھر کس لئے تو بدی — اٹھاتا ہے آخر کو شرمندگی

مکلف بدی پر ہے جو بے بصر — بتاؤں تجھے کون ہے وہ بشر

سمجھ لے کہ ہے حرص اصل گناہ — غضب سے ہوں سب کار دنیا تباہ

بڑی دشمن انسان کی ہے حرص و آز — اسی سے ہوئے بشر فتنہ ساز

نہیں خو یہ آئینہ ہے ملگجا — جنین[1] وہ مشیمہ ہے یہ آئینا

یہ لالچ سے انسان کی بن جائے گت[2] — جہالت میں مستور ہو معرفت

کرے آرزو آدمی کو خراب — پڑے آرزو سے سر پر رنج و عذاب

حسوں[3] کو سمجھ جسم سے دور تر — دل انساں کا اس سے بھی ہے بیشتر

خرد دل سے - آگے خرد سے ہے جان — بہت دور جان سے خدائے جہان

تو گر مقصد جان کی ہے آرزو — تہی آرزو سے کر تو دل کا سبو

ادھیائے چہارم - کرم سنیاس جوگ

عرفان قدیم

ہوئے جبکہ پیدا زمین و زمان — دیا جوگ کا میں نے سورج کو گیان

منو سیکھ کر اس سے عارف ہوا — منو سے شہ اکشواکو بنا

وہاں سے یہ دنیا میں رائج ہوا — ہر اک اہل دل کا بنا مدعا

سکھاتا ہوں اب تجھکو اے خوش گہر — رکھ اس کو سدا اپنے زیر نظر

[1] جنین رحم میں کا بچہ مشیمہ بمعنے جیر ر(پنجابی) - انول - وہ پردہ کہ جس میں رحم کے اندر بچہ ہوتا ہے. مطلب یہ کہ جو آدمی بدخوئی پر مجبول ہے وہ بدخوئی میں اسطرح ملفوف اور مستور ہے جس طرح جنین مشیمہ میں ۱۲ [2] لالچی انسان کی حالت یہ ہو جاتی ہے کہ اس کی معرفت ایزدی جہالت کے اندر مستور اور گم ہو جاتی ہے اور وہ کورے کا کورا رہ جاتا ہے ۱۲

[3] حسیں جسم سے - اور دل حسوں سے عقل دل سے - اور جان عقل سے اور خدا جان سے بالا وہ آگے ہے - اعلے درجہ کو حاصل کرنیوالے چھوڑتا جاتا ہے - تو اگر محسوسات موجود ہیں تو خدا کا عرفان نہیں ہوا ۱۲

کہا آپ کا ہوں میں خدمت گزار — مگر سخت حیراں ہوں سرگشتہ وار

ہوئی جلوہ گر تیری ذات کرم — مرے اس زمانہ میں اے محترم

کہاں سورج اور ذات تیری کہاں — ترا فیض پہنچا تھا کیوں کر وہاں

کہا جان من تو ابھی خام ہے — یہ عرفان کا علم کم کام ہے؟

ہم آگاہ ہیں راز و اسرار سے — ہر اک یون سے اور ہر اک کار سے

کہ ہم اس زمانہ میں بھی جلوہ گر — ہوئے پہلے بھی اور اب ہیں نو بنظر!

نہ پیدا ہوئے ہم نہیں ہم مرے — یہ قدرت نمائی کو ظاہر ہوئے

ہو دنیا میں جب سست بنیاد دین — ہم آتے ہیں کرنے کو آباد دین

حفاظت کو مرتاض و عباد کے — رعایت کو جہاد و زہاد کے

ستم پیشہ لوگوں کو کرکے فنا — جہاں میں چلائیں امن کی ہوا

تو ارجن جو میرا شناسا ہوا — وہ آواگون سے ہوا ہے رہا

مری ذات ہے پر سخا و کریم — میں ہوں مہربان اور رؤف و رحیم

مبرا ز بیم و رجا و غضب — کرے میری جو معرفت کو طلب

پناہ میری لے کر تصور کرے — ریاضت سے ہو آشنا ذات سے

نتیجہ ملے جیسا جانے مجھے — یہ سب میرے مسلک یہ سالک مرے

وہ[1] دنیا طلب عابد دیوتا — کروں اس کا پورا دلی مدعا

[1] میں دنیا طلب اور غیر ما سوی اللہ پرست لوگوں کی مرادیں بھی دیتا ہوں تو اسکے یہ معنی نہیں کہ دنیا پرست لوگ جنکی مرادات اور خواہشات حاصل ہیں وہ عارف ہیں۔ نہیں علم عرفان اونچا ہے اور اس کے اعمال اور منازل مشکل تر ہیں مگر ہیں یہ سب میرے ہی مسلک اور راستے ۱۲

مرے[1] ہی تو ہیں چار برن آشرم
یہ جم سے ہے کہاں اور کہاں جام جم

گنوں سے برن۔ اور برن سے عمل
ہر اک شے سے ظاہر ہیں ہم بے خلل

بظاہر تو مشغول و درکار ہوں
مگر فارغ از کار و کردار ہوں

مجھے جو کوئی یوں عقیدہ رکھے
ہوا و ہوس سے منزّہ رہے

(کامگرو)

ازیں بیش سب عاشقانِ نجات
نہ تارک ہوئے فعل کے تا حیات

تجھے بھی حکمت کی ہے گر آرزو
عمل سے ہٹا اپنا دل اور نہ رو

بہت لوگ ہیں جو کہ گمراہ نہیں
یہ نیک اور بد سے وہ آگاہ نہیں

تمیز ایسی باتوں میں دشوار ہے
یہ صاحب دلوں کی یہی کار ہے

مری باتیں گر کچھ موثر ہوئیں
تو جنّت میں جائے گا تو بالیقین

(اقسام فعل)

بتاؤں تجھے اور کروں دور بھرم
اکرم اور بکرم اور سوم ہے بکرم

یہ ہیں تین قسموں کے فعل العزیز
کہ حیران ہیں ان میں صاحب تمیز

([illegible])

جو واجب تو چھوڑے وہی ہے شقی
تو واجب ہوئی اس پہ شرمندگی

([illegible])

جو ناکردنی سے کرے احتراز
ہوا نیک بندوں میں وہ سرفراز

---

[1] برن چار ہیں۔ برہمن۔ چھتری۔ دلیش۔ شودر۔ اور چار آشرم یہ ہیں۔ برہم چریہ۔ گرہست۔ ویراگ۔ بان پرست۔ مطلب یہ کہ جس طرح جام جم سے جمشید کا مرتبہ اعلےٰ اور برتر ہے۔ میرا مرتبہ بھی برنوں اور آشرم تمام چیزوں سے بالا ہے۔ مجھے پانے کے واسطے فقط کوئی آشرم ہی اختیار کرنا۔ یا کسی برن میں پیدا ہونا کافی نہیں۔ میری معرفت حاصل کرنے کے واسطے خاص اعمال کی ضرورت ہے۔ "دوسرا مصرعہ بطریق استعارہ وتشبیہ ہے" ۱۲

نہ ہو کرم سے جس کا کچھ مدعا
وہ ہے مرد مقبول ربُّ العلا

جزائے عمل کی تمنا نہ ہو
امیدوں کی دل میں توانا نہ ہو

نظر آئے افعال میں ترک کار
رُخ ترک پر فعل کا ہو نگار

قناعت ہو ہر وقت مدِ نظر
تعصب سے ہرگز نہ ہو کور کر

وہ عارف ہے اور واصل کبریا
ہو سرزد اگر فعل اس سے تو کیا

تو بن مجھ سا ہووے گی تیری نجات
تمنائے حرص و ہوائے ممات

جسے دل میں عرفان کی لو لگی
نہیں آرزو اُس کو اعمال کی

مدارج بڑھیں اس کے اس سے سوا
جہاں جلائے وہ ہے وہ مرد خدا

جو دل یار سے ہاتھ ہے کام میں
تو پھر دل نہیں قید آلام میں

جو ہے محو ذات خدائے کریم
ہمیشہ کرے رحم اُس پر رحیم

اگر دل ہو بے یاد مولا بکار
وہ ہوتا ہے مقہور پروردگار

کرے ترک لذات کھا کر نعم
بہشتوں میں جاتا ہے بے پیچ و خم

کرے یاگ اگر دیوتا کے لیے
اسے دولت دین و دنیا ملے

کئی لوگ کرتے ہیں اشٹانگ یوگ[51]
کہ مٹ جائیں ہر قسم کے سب کے روگ

کئی لوگ کرتے ہیں ارجن ہَوَن
جلاتے ہیں اس میں بہت مال و دھن

کئی دھوپ میں محو بیٹھے رہیں
کئی جپ[52] کئی آگ تپتے رہیں

---

[51] اشٹانگ یوگ یہ ہے۔ ضبط حواس۔ صفات پرستی۔ اجپا جاپ۔ (محبت الٰہی) دان۔ تپ اپاسنا۔ تحصیل علم۔ پرانایام۔ اور اگلے اشعار میں ان کا بیان ہے۔ ۱۲

[52] جپنا۔ سوچنا۔ متفکر ہونا۔ غور کرنا۔ ۱۲

کئی یوگ اور یگ میں شاغل رہیں   کہ مقصود دل اس سے حاصل کریں
کئی اِک غذا پر کریں اکتفا   کئی برت رکھا کریں دائما
یہ جو ایسے کاموں سے غافل ہیں   وہ جاہل جہالت میں ہی جان دیں
ملے معرفت جوگ سے میرجان   کہ جوگی ہے مولائے ہر دو جہان
تحمل قناعت سے بن آشنا   توکل پہ رکھ اپنے سب مدعا
قناعت کر اس پر کہ جو کچھ ملے   نہ لذت تقاضائے خواہش کرے
نہ حاسد بن اوروں کے اقبال پر   خیال بدی سے نہ مختل ہو سر
سمجھ لے کیا جو خدا نے کیا   جہان۔ جان ہے زیر حکم خدا
یہ من آگ اور یہ ہوم سامگری   ہر ہم سے ہے نہ کرو ہم اس میں کمی
کرے تو بھی گر جوگ کو اختیار   تو ہونا تب لطف پروردگار
عمل ہے مگر علم سے خوب تر   ملے علم سے ہر طرح کی ظفر
یہ فاضل ترین علم عرفان ہے   یہی موکش اور وصل کی جان ہے
گیان آگ ہے برقِ تابان مضطرم[1]   یہ کرموں کو کر دے جلا کر بھسم
تو رہ محو عرفان ذات خدا   رہے سوز دل میں اسی ذات کا
مٹیں عارفوں کے سبھی فکر و غم   نہ کر دل پہ غفلت سے جور و ستم
اگر آتش شوق ہو دل میں تیز   رہے کب ہوا و ہوس کی ستیز
جو عارف ہے ہے شاہ ہر دو جہان   گیانی ہے۔ شاہ زمین و زمان
گیانی اگرچہ نہیں ہے خدا   یہ ہرگز نہیں ہے خدا سے جدا

[1] مضطرم۔ شعلہ زن ۱۲

جہالت سے ہو کار دنیا خراب | جہالت سے آئے زمین پر عذاب
یقین سے ملے آدمی کو کمال | یہ نسچا تو ہے دولت بے زوال
جو کامل ہوا جوگ میں الکلام | ہوا رنج و غم سے وہ فارغ مدام
اٹھا خنجر اور کر عدو کو ہلاک | نہ کر اس لڑائی سے کچھ خوف و باک
ہوا جسم میں تیرے ہے پانچ جا | مقام اس کے دیتا ہوں تمکو بتا
بیان جسم میں ساری[1] و منتشر | نظام بدن اسی پہ ہے منحصر
چلے جسم میں دم بسی اپان | نکلتا ہے کوشش کرے گر پران
اگر حبس دم کا رہے انتظام | تو دونوں ہواؤں کا ہووے نظام
جو جاہل ہیں ناکارہ غفلت سرشت | ملے گا انہیں کس طرح سے بہشت
اگر ہے[2] تجھے کچھ بھی عقل صواب | تو اہل فضیلت کا رہ ہمرکاب
کسی چیز سے دل نہ ہرگز لگے | سوا اس کے راحت نہ ہرگز ملے
اگر ہر دو عالم کی شاہی ملے | نہ لینا اگر معرفت ہے تجھے
بجز معرفت کے ہے دشوار تر | وصال خداوند رب البشر
یہ ملتی ارادت سے ہے ہر مراد | نہیں ملتا کچھ بھی بجز اعتقاد
خیالات باطل کو دل سے مٹا | تو منزل گہہ نور دل کو بنا

ادھیائے پانچواں پرکرت جوگ

کہا پھر یہ ارجن نے ترک عمل | ہے بہتر۔ عمل یا کہ ہے بے زلل[3]

۱ ساری۔ سیر کنندہ۔ ۱۲ ۲ آرام ترک محبت میں ہے ۱۲ ۳ زلال۔ جمع زلت

(بقیہ دیکھو صفحہ ۷۶)

بتاؤ مجھے بہتر پروردگار

کہا کرشن نے ترک ہے خوب تر
کہ بے مدّعا خوب ہے کار کرد
کہ ہر شخص قادر نہیں ترک پر
کہ ترک عمل ہے تو اس کی سرشت
عدو اور یاور سے یکساں مقال
یہ نادان و جاہل بطالت شعار
یہ دانا سے عارف کی ہی اک نظر
بجز جوگ کے سانکھ ملنا محال
کرے بے غرض کام پائے نجات
کمالات جوگی جو ہو وہی تمام
جو ان دو طریقوں سے ہو محو ذات
بجز ذات حق عشق کرتا نہیں
دل و جان سے محو خدا جو ہوا

کہے کون سی خوب دونوں میں کار

مگر پھر بھی کرتا رہے کچھ بشر
جو ایسا ہے۔ ہے نیک آزاد مرد
نہ فضل خدا سے ہر اک مشتتر
جو ہر ایک جانب رہے سمدرشت
کرے۔ اور نہ رکھے دوئی کا خیال
جدا فعل سمجھے جدا ترک کار
وہی جوگ پر اور وہی سانکھ پر
یہ یوگی کو عرفان ملے اور وصال
کہ اجرت ہر اک کام کی ہے ممات
تو سنیاس پھر جوگ کا ہے مقام
بہت جلد پائے مقام نجات
کہ پاتا ہے نور خدا ہر کہیں
ملے گی اسے کس عمل کی جزا

(بقیہ صفحہ ۷۵) یعنی لغزش۔ مطلب یہ ہوا کہ ترک عمل یعنی کرم سنیاس بہتر ہے یا عمل یعنی کرم جوگ بے زلل اور بے لغزش اور درست کام ہے ۱۲

لہ فرمایا کہ کرم سنیاس کا درجہ اعلیٰ ہے۔ مگر آدمی کو چاہیئے کہ پھر بھی کام کرتا ہی رہے یعنی کرم جوگ کرے مگر بے مدعا کرے ۱۲ لہ مشتتر = پوشیدہ ۱۲ لہ سمدرشت = سب کو ایک نظر سے دیکھے۔ بے تعصب ۱۲۔

نظر[1] آنکھ میں ہے صدا[2] کان میں
جو چھوتا ہے ہاتھوں سے چلتی ہیں پا

پیار اور محبت[3] دل و جان میں
زباں میں دیا ہے خدا نے مزا

ہے بو ناک میں اور سر میں قیاس
نہ ہوتی ہے خنہار محسوس جان

خزانع ان میں جان ہی یہ پانچوں حواس
لبالب ہے اس سے یہ سارا جہاں

یہ جوگی ہیں آزاد اس سے مدام
عمل ان کے ہوں معرفت کیلئے

نہ ہوں کار دنیا میں یہ مستہام
بنے ہیں وہ انسانیت کیلئے

گرفتار خواہش بلا میں ہے بند
کبھی بادشاہ اور کبھی مستمند

یہ غالب جو حرص و ہوا پہ ہوا
وہ دنیا میں رہتا ہے جیسے کنول

غم و رنج میں کب ہو وہ مبتلا
رہے آب میں تر نہ ہو بے خلل

رہو تم بھی ایسے کہ رہتے ہیں ہم
خطر میں پڑے رہتے سہتے ہیں ہم

یہ ہے جسم مردم جہان صغیر
بہ تصویر و نقش جہان کبیر

در اس کے ہیں نو لے سمجھ اہل ہوش!
دہن اور گدا ایک سوراخ بول

دو سوراخ بینی دو چشم و دو گوش
رواں پر تو رب۔ سمجھ میرا قول

زمانہ میں مردم کی اقسام تین
کریں جو کہ دشمن[2] سے جنگ اور کین

۱؎ پانچ حواس ظاہری اور پانچ باطنی ۱۲- ۲؎ دشمن سے مراد نفس امارہ ۱۲-

اقسام مردم

دوم جو کہ جرأت نہ کچھ ان سے ہو
چہارم وہ جو لوگ کرتے ہیں کام
نہیں اک کیا جو خدا نے کیا
جہالت کا زنگ آئینہ پر لگا
یہ ہے صاف آئینہ عارفان
برابر ہے ان کے لئے مور و فیل
گدا و شہنشاہ یکساں انہیں
نہ اپنے لئے ان کی کچھ التجا
نہ لذات سے ان کا دل آشنا
نہ شکر ان کا شیوہ نہ شکوے سے کار
ہوا و ہوس سے ہمیشہ نفور
یہ ہے تعزیت خانہ دنیا تمام
جو حرص اور غصہ سے ہے دور تر
دل انفس کا ہے محسوس کی سیر گہ
وہ مغموم ہوتا نہیں زینہار
زمین و زمان میں وہ مرد کبیر
رکھی اور اعباد خلوت گزین

سوم ہیں جو اجیر و نکوہیدہ خو
سمجھتے ہیں ہم نے کیا انصرام
حقیقت میں ہیں سب یہ اہل خطا
لگا سنگ غفلت شکستہ ہوا
کہ ہو نور حق صاف اس سے عیان
برابر ہیں ان کو عزیز و ذلیل
مراعات قلب شکستہ کریں
نہیں ان کے دل کا کوئی مقتضا
انہیں صرف ہے ذوق یاد خدا
مدام ان کے دل میں سکون و قرار
خداوند عقل اور اہل شعور
کر انجام آرام۔ غم ہے مدام
وہ ہے شاد و خرم ہمیشہ بشر
اسی میں زمیں اور اسی میں سما
نہ ہو دور اس سے سکون و قرار
فرشتوں کا۔ جن و بشر کا امیر
نہ ہوں قید دنیائے دوں ایمن

؎ نمائش ۱۲ ؎ مدعا طلب ۱۲ ؎ نام و نمود کے آرزومند ۱۲ ؎ جو کہ نیکی بدی کا الزام خدا پر دیں ۱۲ ؎ مظاہر قدرت کی سیر کرتا ہے اور ہر ایک چیز میں خدا کو دیکھتا ہے ۱۲ ؎ زمین غمگین ۱۲

شلوک ۷۲

رہیں محو یادِ خدائے انام[1]
نہ ہوں آرزومند دار السلام

نہ شادی سے شاد اور نہ غم سے غمی
یہی در حقیقت تو ہے آدمی

کہ جو قید حرص و ہوا ہو گئے
گرفتار دامِ بلا ہو گئے

جو مرنے سے اول جہاں میں مرا
اُسے مل گئی جاودانی بقا

خیالاتِ باطل نہ سر میں رہیں
نہ لذاتِ قلب و جگر میں رہیں

دو ابرو میں آنکھیں ملائے ہوئے
کرے حبسِ دم دل لگائے ہوئے

پران و اپان اس میں جاری رہے
خمارِ مئے عشق طاری[2] رہے

رہے عقل و دل جس پہ قابو مدام
یہی ہے خردمند والا خرام

رجا خوف و حرص و ہوا دور ہو
تو دل نورِ مولا سے معمور ہو

کرے یگ تو جنت ملیگا اسے
یہ عارف جو ہوگا ملیگا مجھے

ہو عارف کو تسکین مرے نام سے
جو[3] ہے یاد خاطر مرا نام لے

چھٹا ادھیا - آتم سنجم

شلوک ۱

نہ مانگے جو کوئی جزائے عمل
یہ داتم ہو ساعی[4] برائے عمل

نہ ہو نفع و نقصان پہ اس کی نظر[5]
وہی سرب ناشی[6] ہے جوگی بشر

[1] انام - دُنیا ۱۲ [2] طاری - چھایا ہوا ۱۲ [3] جس طرح پر اس کا نام یاد ہے اسی طرح میرا نام لے ۱۲ [4] ساعی کوشش کرنیوالا ۱۲ [5] یعنے عمل تو کرے مگر اس میں نفع یا نقصان کا مدعا نہو ۱۲ [6] ترک خیال کو شغل کہتے ہیں - جب جوگی ترک کی منزل پر پہنچ جاتا ہے تو منزل سکون پر پہنچتا ہے - اور اس وقت اس کو سرب ناشی جوگی کہتے ہیں - اور یہی سنیاس ہے ۱۲

نہیں فرق جوگ اور سنیاس میں
ملیں دونوں یہ پاس انفاس میں

اگر[ف۱] دل میں دنیا کی الفت رہی
عبث زندگی کی مصیبت کٹی

عمل کے سوا جوگ ملنا محال
ملے جوگ سے معرفت کی محال[ف۲]

جو مغلوب حرص و ہوا کا ہوا
وہ دونوں جہانوں میں رسوا ہوا

اٹھا دل[ف۳] کو معراج پر۔ مت گرا
نہ اس دوست کو اپنا دشمن بنا

ہوئے جسکے وہم اور محسوس زیر
ہوا جوگ میں وہ زبردست شیر

مظفر ہو تو دل پہ اے نیک خو
کہ مغلوب ہے یار۔ غالب عدو

کہ جو جوگ میں مرد کامل ہوا
نظر میں نہ جز نام حق کچھ رہا

جو دل میں سما جائے وہ دلربا
دکھائی نہ دیوے گا پھر ماسوا[ف۴]

یہی دل تو ہے یار دشمن بھی
یہی خضر ہادی ہے رہزن یہی

اگر دل پہ قابو ہے۔ ہے دوست آ
نہیں۔ ہے ستمگار عالم شکار

نہیں اہل دل کو کوئی کیف[ف۵] و کم
نہ فرحت سے راحت۔ نہ غم سے الم

دِل اس کا تو ہے گنج علم و کمال
جہاں اس کے آگے ہے خواب و خیال

زر و خاک پر اس کی یکساں نگاہ
سلامت ہے گو راستی اس کی راہ

نہ خویش اور بیگانہ میں فرق یاں
کرے یار و اغیار سے نیکیاں

ف۱ اگر جوگی کے دل میں دنیا کی محبت ہے تو اس کی زندگی بے فائدہ ہے۔ زندگی سے غرض اور یادِ حق کا مدعا یہ ہے کہ دنیا کی محبت نہ رہے ۱۲ ف۲ محال = جاگیر ۱۲ ف۳ دل کو بلند کر او رست کر ۱۲ ف۴ ماسوا = سوائے خدا کے ۱۲ ف۵ کیف و کم کسی بات سے کوئی کیفیت یا اندازہ حاصل ہونا ۱۲

جوگ

ذرا دل سے سن کاروا شغال جوگ
خبردار- سے سیکھ اعمال جوگ

کُشتا-مرگ چھالا-بچھا دامُنا — پہن دھوتی-اور ایک پرنا بنا

جو اس اپنے کریا دمولا پہ جمع — جلا دے لگے سینہ میں پُرنور شمع

زبان دست و دل ایک مقصود پہ — رہیں اور کسی سے تمنا نہ کر

نظر[1] ناک کی نوک پر لے جما — کہ آئے نظر نورِ ربُّ العلا[2]

سر و گردن اور جسم ہو مستقیم — بلا حِسّ و حرکت کے ہو جا مقیم

جو بیٹھو ہیں شیدائے خواب گران — انہیں جوگ ہے اک عذاب گران

تو رکھ خواب خور میں سدا اعتدال — نہیں ہے- اگر جوگ ملنا محال

بچا باد سے جو رہے گا چراغ — اسے ہوگا بجھنے سے بیشک فراغ

اسی طرح جوگی اگر دیر[4] یاز — رہے- اور دل کا رہے چارہ ساز

تو پھر جوگ کی منزل اسکو ملے — گلستان عرفان اس پر کھلے

ہوا سانس ہے جان مثل چراغ — ہوا کا بنا قید خانہ دماغ

بر ہم چریہ سے دل کو قابو میں لا — خبردار مت دل کسی کا دکھا

اگر لذت اور حرص سے تو بچا — نجات اور سوکھ کا رستہ ملا

نہ محنت ریاضت سے کچھ رنج ہو — خدا نے دیا جب کہ یہ گنج ہو

پہنچ جائے جوگی جو اس حال پر — تو ترک عمل سے نہ پائے ضرر

[1] یہ ناسا گر دھیان کا قاعدہ ہے مسمریزم اسی سے ماخوذ ہے ۱۲ [2] ربُّ العلا خدائے بلند ۱۲ [3] دیر یاز= مدت تک ۱۲ [4] ماضی مطلق

جوگ کا عمل

عسل مکھیاں جب فراہم کریں ‌ | تو دل اپنا اس سے ہٹا کر چلیں
نہ دل میں رہے جب ہوا و ہوس | تو جانے کہ اللہ باقی و بس
دل بے قرار اس کا پائے قرار | نہ ہو قید پا گردش روزگار
نظر آئے دل میں اُسے نور ذات | رہے خرم و شادمان تا حیات
مرے وصل کی اس کو لذت ملے | نہ غیروں کا خیال اس کے دل میں رہے
کہ ہو پاک جب زنگ سے آئینا | پڑے عکس روئے دلارام کا
رہے رنج و غم سے سدا مطمئن | نہ حاجات دنیا ہوں خاطر شکن (رنجیدہ ۱۲)
تو جب دیکھے دنیا کو اس نور سے | تجلیٔ حق سب کو پھر جان لے (نور ۱۲)
جہاں سارا ہو اس کے دل میں نہاں | جہاں میں ہو اس کا ہی جلوہ عیاں
کرے[۲] آپ کو جو کوئی محو ذات | نظر آئے دنیا اسے از صفات
نکل جائے گرداب اعمال سے | ہو خاصان مولائے متعال سے (بلند ۱۲)
مرے برگ و بار اور مولا[۳] کو دیکھ | نگہ کر ادھر عجب مولا کو دیکھ
محیط جہاں ہے یہاں محو ذات | ادھر[۴] دیکھ ہیں جلوہ گر شش جہات (دنیا ۱۲)

تو کی عرض ارجن نے اے ذو الکرم
سکھایا مجھے جوگ اور حبس دم

ف۱ جس طرح مکھیاں شہد جمع کر کے اڑ جاتی ہیں اور کوئی تعلق ان کو شہد سے نہیں ہوتا۔ چاہیے کہ جوگی بھی اسی طرح قطع تعلق کرے ۱۲ ف۲ جب جوگی ذات حق میں محو ہو جاتا ہے۔ تو اس کو یہ تمام دنیا اپنی ایک صفت یا عرض معلوم ہوتی ہے ۱۲ ف۳ مولا = پھول ۱۲

ف۴ ادھر یعنے دل میں۔ مطلب یہ کہ جوگی کے دل میں ہر ایک شے ہوتی ہے۔ اور وہ سارے جہان پر محیط ہوتا ہے ۱۲

اگر میرے دل میں نہیں ہے قرار — نہیں ایک حالت پہ آشفتہ وار (دیوانہ وار ۱۲)
مرا دل پہ قابو نہیں ہے ذرا — کہ ہاتھی ہے دلدل میں گویا پھنسا
پریشان ہے اور سراسیمہ ہے — یہ سینہ نہیں تختۂ فتنہ ہے
ہوا کی طرح بس میں آتا نہیں — قرار اس کو آتا نہیں ہے کہیں
میں ہر وقت رہتا ہوں اندیشناک — کہ یہ خاک (جسم ۱۲) ناپاک ہو جاوے پاک

کہا کرشن نے دل تو سیماب ہے
عبث تو غمِ دل سے بیتاب ہے

ریاضت سے خونِ جگر نوش کر — یہ قابو میں آ جائے گا ہوش کر
کہا میں نے جس طرح اخلاص سے — ہوا و ہوس مطلقاً چھوڑ دے
یہ ہے نفسِ امّارہ دشمن قوی — مجاہد ہو مردانہ اور مدّعی

یہ کی عرض ارجن نے پھر با حضور
بتا ہے کہاں ایسا مردِ غیور

کہ دل جس کا قابو میں ہے آ گیا — ہوا و ہوس سے مبرّا ہوا
دوم جس کا ہو جوگ پر اعتقاد — کیا پر نہ حرص و ہوا سے جہاد
سوم جس کی عرفان کی خواہش نہ ہو — جہالت[ل] سے کوئی بھی کاہش نہ ہو
یہ مر کے یہ مولا کہاں جائیں گے — مدارج وہاں جا کے کیا پائیں گے

کہا کرشن جی نے کہ ارجن! یہ سن
نرے کام آئیں گے میرے سخن

[ل] جہالت سے اسکو کوئی تکلیف یا رنج نہ ہو ۱۲

جو تسلیم میں ہووے محوِ رضا
یہ ہے دیوتا جو گئے نا تمام
بہشتوں میں کچھ عرصہ ہو کر مکین
بنے بادشاہ صاحبِ ملک و مال
کہ تھی اس کی خواہش نہ کامل ہوئی
اسی طرح جب تک کہ کامل نہ ہو
یہ عارف ہیں زہاد سے خوب تر
یہ جاہل سیہ کار غفلت سرشت
گئے دوزخ اور گاہے نقصِ جنم
بنا لے تو دل اپنا جوگ آشنا

بہشتوں میں اس کو ملے ہمتکا
ملے اس کو جنت میں چندی مقام
پھر آتا ہے واپس بروئے زمین
بنے یا کہ وہ عابدِ باکمال
ہوا وہ ہوس اس کی کچھ اور بھی
نجات اس کو زنہار حاصل نہ ہو
عبادت کا غرہ نہ ہووے مگر
نہ مو کش گو پائیں گے ور نہ بہشت
دلائیں انہیں ان کے کھوٹے کرم
تو بن جا خدا وندِ ہر دو سرا

ساتواں ادھیائے - وگیان جوگ

وصف عارف

جب اخلاص کی راہ دکھلاؤں گا
ملیں گے تجھے وہ کمالاتِ جوگ
وہی مرد کامل ہے سنسار میں
جہاں مردِ گیانی کی خاطر بنا
اسی کے لئے سب بنی کائنات
بنا ہے یہ تو جیسے سب جہان

تو اس خاص منزل پہ پہنچاؤں گا
کہ چھپا چاہئیں سب تمیہ حالاتِ جوگ
کرے جو کہ عرفان کی غار میں
کہ آگاہ عرفان منزل ہوا
صفات آٹھ ہیں محض ایزد صفات
عناصر ہیں اور پانچواں آسمان

دل و عقل و قدرت ہی اور جان ہے ۔۔۔ کہ جس کے لئے سارا سامان ہے

مری جان میں ہے سب جہان مستتر ۔۔۔ کہ ہو تخم میں جیسے پنہاں شجر

مہ و مہر و انجم کی ہوں میں ضیا ۔۔۔ مد و جذر میں ہی تو ہوں بحر کا

وہ اونکار[1] ہوں حرف میں بید کا ۔۔۔ اور انجام ہر ایک امید کا

جواہر میں ضو۔ نور پرکاش میں ۔۔۔ مزا آب میں شبد آکاش میں

خرد عارفوں کی بشنوں کی ہوں شان ۔۔۔ بہادر کی غیرت ہوں خوبوں کی آن

بغایت جمیل اور ہوں ذوالجلال ۔۔۔ غرض خیر ہوں محض ہوں باکمال

سہ گن[2] میں ہی ہوں اور میں پنچگن[3] ۔۔۔ وہی میں ہوں گوئندہ حرف کن

مرا ظاہر انساں ہیں مردم صفت ۔۔۔ یہ باطن میں انسان کی معرفت

مجھے کوئی کہتا ہے فرزند نند ۔۔۔ مجھے پورلبدیو کہتے ہیں چند

تعجب نہ کر ہیں یہ سب بے بصر ۔۔۔ مری منزل و قرب سے بے خبر

حقیقت میں ہوں نے پدر نے پسر ۔۔۔ نہ یم اور نہ راکھشس ملک نے بشر

میں ہوں وہ کہ خود اس سے ہوں بے خبر ۔۔۔ میں ہوں کون؟ اور کیا ہوں؟ اے خوش سیر

تو عارف بنے گا تو کھل جائیگا ۔۔۔ کہ فی الاصل ہے کس طرح ماجرا

یہ بے عقل جہال غفلت مآب ۔۔۔ کنارہ یہ کیا جانیں احوال آب

زمانہ میں ہیں نیک چار آدمی
انھیں پر ہے سب خوبی و فرخی

[1] اونکار بمعنی احد۔ واحد یعنی ایسا ایک جسکا ذاتی یا صفاتی عددی وغیرہ کوئی ثنویہ نہو ۱۲

[2] ترگن۔ رجگن۔ ستگن ۔ ۱۲

[3] پنچگن۔ آگ۔ پانی۔ مٹی۔ ہوا۔ خلا (آکاش)۔ ۱۲

جو باصدق واخلاص محنت کرے
نہ دل اس سے ہرگز کسی کا دکھے

دوم جو کہ دولت کو حاصل کرے
کہ غیر دل کا نقصان اس میں ہے

سوم جو کہ عاشق ہو عرفان کا
چہارم خبیر رموز خدا

مرا عشق اکثر کا ہے درد خواہ
نہیں مجھ کو پائی پہ ہر اک نگاہ

مرا معکسہ ہے وہی آئینا
کہ صیقل کرے اس کو نور خدا

مکونات[1] میں جلوۂ ذات ہے
یہ نیرنگ اوصاف کی بات ہے

تماشائے جلوہ ہوا گر بشر
رہے جانب جلوہ انکی نظر

جو غافل[2] پرستندہ نیست ہیں
وہ سب نیست اور بندۂ نیست ہیں

پرستش خدا کی سزاوار ہے
کہ دل ہے وہ دل جس کا وہ یار ہے

جہاں میں ہمارے یہ ہیں چار یار
غرض مند دنیا و دین[3] خواستار

عابد لوگ

گرفتار غم - یارب مدعا
یہ چوتھا مرا- اس کا میں مرتضا

کرو بند گئے جہاں آفریں
کہ کچھ دیوتاؤں سے ملتا نہیں

اگر چرخ کا کوئی واقف ہوا
ہوا جن و انساں کا یا پادشا

---

[1] مکونات یعنے موجودات (دنیا) مطلب یہ کہ دنیا میں ہر جگہ ذات الٰہی کا جلوہ ہے۔ اور یہ جو کچھ نظر آتا ہے۔ اس کے اوصاف ہیں۔ یہ سب کچھ اسی جلوہ کا نیرنگ اور تماشا ہے ۱۲۔ [2] جو غافل لوگ نیست اشیا یعنے ماسوی اللہ کے پرستار ہیں۔ خود بھی نیست ہیں۔ اور ان کے معبود بھی نیست ہیں ۱۲۔

[3] دین خواستار- دین کے آرزومند ۱۲

تو کیا فائدہ - جب کہ وہ خوش خرام[۱]
جو عمر و بکر کی رہا قید میں
ز کہ تا بکوہ بحر سے تا حباب
زمین سے غرض تا بہ بام فلک
ہر اک اپنی حالت میں ہے مبتلا
ہوا و ہوس ہے مصیبت کا دام
طبیعت سے مجبور ہے آدمی
تو جس دیوتا پر ہو نسچا جسے
بڑھاتے ہیں اور اس کا ہم اعتقاد
پہ صوفئے صافئے آئینہ دل
نہیں کرتے زنہار فسق و فجور
کرے عمر خرچ اپنی اخلاص میں
کوئی مجکو کہتا ہے ربِّ قدیر
کوئی دیو کوئی جہاں آفریں
یہ سب فرشتے (دیوتا ۱۲) ہیں مبتلائے صفات
سمجھتے ہر اک جاں گر اپنی ہی جاں
یہ دل جمع کرکے جو دیکھے مجھے

دفع تناسخ

نپایا - کہ ہے جس کا جلوہ تمام
وہ آواگون کی پڑا قید میں
پہ پشۂ لنگ سے تا عقاب
وحوش و طیور انس و جن و ملک
پڑی سب پہ آواگون کی بلا
غم و رنج کی قید ہے خشم و کام
گر اک شادمان - دوسرا ہے غمی
دل اس کی طرف اپنا مائل کرے
دلاتے ہیں پھر اس کے دل کی مراد
نہ ایسے مصائب میں ہو پا بگل
نہیں اس سے ہوتا گنہ کا ظہور

استمداد از انسانِ کامل

رہوں اس کی میں خلوت خاص (دل ۱۲) میں
کہے کوئی روز جزا کا امیر (بادشاہ ۱۲)
بہت ہیں بیاں اختلافِ یقیں
نہیں دیکھتے واقعی حسنِ ذات
اٹھاتے نہ پھر خار و خس سے زیاں
تو اس بزم کی شمع جانے مجھے

۱ خوشخرام - اچھی چال والا خوبصورت - مراد اس سے خدا - یعنے انسان خواہ کچھ ہی بن جائے مگر جب خدا کو نہ پایا تو اس کے معلومات اور نہ علم اور ہستی کا کیا فائدہ - ۱۲

خرد کے سوا کس کو ہے آگہی — نہیں جہل کی زندگی۔ زندگی
جو مرتا ہوا بھی کرے مجھکو یاد — وہ جاتا ہے فردوس ہو کے شاد
جہاں ایک پردہ سا ہے جان پر — بجز عارفوں کے اٹھے کب مگر
وہ دیکھیں گے مجھکو ہر اک رنگ میں — ہر اک خشت میں آب میں سنگ میں
نہ جنتا نہ مرتا ہوں میں زینہار — جہاں جسم۔ جان میں ہوں آہوشیار
گذشتہ و آئندہ و حال ہے — مجھے آگہی سب کے احوال سے
یہ سب خلق حرص و ہوا میں ہے قید — امیدوں سے ہے اسلیئے ناامید
بتایا ہے ادھیائے تم ارجن تجھے — نظر میں شب و روز رکھیو مجھے

آٹھواں ادھیا۔ سدھ جوگ (ابھاپرشن جوگ)

یہ کی عرض ارجن نے اے کرشن جی — تصوّر ہے ادھیاتمہ واقعی
یہ ادھ بھوت اور آدھ جگ کی خبر — بتادے مجھے لطف کی کر نظر
مجھے کیسے جان جہاں جانئے — دم نزع کیونکر تجھے ملنئے
سکھا راہ عرفان ایزد تعال — بتا حال رکھیان فرخندہ حال
یہ کیفیت موجب کائنات — یہ نیرنگئے جلوہ ہائے صفات
ہر اک بات کو کھول کر تو بتا — مشرح ہر اک مسئلہ تو سکھا

کہا کرشن نے جسم ہے جوں جہاں
اور اس جسم میں جلوہ گر پاک جان

کہ باقی ہے ہر گز نہ ہوگی فنا — کہ ہے جلوہ گر مثلِ ذاتِ خدا

اَجر چیز باقی ہے فانی ہے چتر — یہی چیز ادھ جھوٹ ہے معتبر

جو ہم ذات ہے برتر و لا زوال — اور آدھیا تم انسان خوے جلال

سبب قیام دنیا کا اور خلق کا — یہی کرم سے ہے جلوۂ کبریا

اَجر جیتن اور آدیو ہے وہی — کہ ہے جس سے اجسام کی زندگی

مگر آدھ جگ کا ہے درجہ بلند — خرد کی پہنچتی نہیں واں کمند

میں ہوں آدھ جگ واقفِ ہر زماں — میں ہوں واقفِ رازہائے نہاں

میں ڈیہ سے باہر ہیں دنیا کا بار — مرے واسطے سب کریں نیک کار

جو ہو وقت مرنے کے دل میں خیال
اسی رنگ میں ہو مجسم مثال

اسی واسطے عارفِ حق گزین — وہ ہے محوِ مولائے جان آفرین

مری بات پر گر ترا ہے عمل — نکل جائیں سب تیرے دل کے خلل

رہو محو تم مجھ میں اس طور سے — نہ ہستی کا باقی نشان کچھ رہے

جو مرنے سے اول فنا ہو گیا — ہمیشہ کی اس کو ملے گی بقا

ضرورت نہ بیعت کی باقی رہے — وہ تا ہر اک کا پیرِ طریقت بنے

تو کیا پوچھتا ہے خدا کا نشان
کہ ظاہر ہے ہر اک جگہ اور نہاں

وہ نزدیک ہے اس کو مت جان دور — کہ ہے جسم فانوس وہ شمع نور

پہ دیدار ہے اس کا سب کو محال — بجز عارفِ پاکِ فرخندہ حال

دمِ نزع جو جس دم کو کرے
نکل جائے تالو سے جانِ حزین
کرے یاد مولا کی جو دائما
تو ہو فیضِ اذکار سے محوِ ذات

خیال اس کا بھی محو مجھ میں رہے
تو سورج کی مانند دے روشنین
بہ بیداری و خواب صبح و مسا
ملے بیتیاں اس کو ارجن انجات

خدا نے کیا خلق کو بارہا
کہ مالک ہے وہ خلق و ایجاد کا

برہما کہ جس کی ہے یہ انجمن[1]
یہ عارف ہمارا ہی اس سے بری
بچے لوبھ سے جو کہ اوپکام سے
ملے ان کے رہنے کو پھر لامکان
بڑی عمر کب جین کا ہے سفر
برہما کی آیو گنو تو سہی
وہ اک دن کی مانند لمبی سی شب
بہت کوہ و صحرا نوردی کریں
بہت لکھتے رہتے ہیں تقویم کو
سحر جب برہما کی ہوتی ہے شام
کرے خلق پھر جبکہ ہووے سحر

وہ ہے قیدِ زندانِ آواگون
کہ وہ محو مجھ میں ہوا واقعی
عداونسبے لذت سے بدنام سے
کہ ہے منزلِ خالقِ دو جہاں
کہ اس پر چلے گا اجل کا تبر
کہ ہوتی ہے دس سنکر ہے چوکڑی[2]
اجل کا ہو سو سال پر پھر تعب
گھڑی پل بہت کھال میں لکھ رکھیں
یہ کیا جانیں وہ قدر تسلیم کو
نہیں خلق و عالم کا رہتا قیام
اسی طرح جاتی ہے آیو گذر

[1] دنیا برہما کی انجمن ہے کیونکہ اس نے پیدا کی ہے۔۱۲ [2] چوکڑی = چار یگ یعنے ست۔ ترتیا۔ دواپر۔ کل۔۱۲ [3] برہما کا ایک دن ایک چوکڑی ہے۔۱۲

بر ہما بھی آخر ہے مخلوق ایک — گذر جائیں یوں ہی برہما انیک
خدا ایک باقی رہے گا مدام — بجز اس کے کب ہے کسی کو قیام
یہ دنیا ہے حادث یہ مولا قدیم — قدیر و رحیم و کریم و علیم
نہیں اس کے عارف کو ہرگز زوال — جو عارف نہیں اس پہ آوے وبال
میں ہوں آدھ جا جب میرا ہاں مقام — یہاں آ کے پھرنیکا ہوگا نہ نام

یہ عشقِ[۱] خدا بحر ہے بیکراں
جہاز[۱] اس میں عارف عظیم المکاں

کہ جو ذات حق سے ہوا آشنا — حصول اس کا ہو مقصد و مدعا
صفات آشنا حق سے ہیں دور تر — رہے مدعا ان سے مستور تر
پہ نفس[۲] آشنا ہیں خدا آشنا — نگاہ[۳] دل میں کر دیکھ لے پھر خدا

سنو اب تم احوال دنیا سے دوں
کہ ہیں کس طرح[؟] اس کی چالیس حروں

اترائن
کہ چھ ماہ اتر میں ہو آفتاب — اسی سمت اس کی رہے آب و تاب
یہ روحانیوں کے ہیں دن تابدار — کہ ہے سعد و پُر یمنت روزگار

دکھنائن
دکھن کی چھ ماہی ہے شب کے حساب — کہ روحانیوں کے ہیں ایام خواب

[۱] خدا کا عشق سمندر ہے۔ عارف جہاز کی مانند اس میں پڑا ہے اگر ذات حق کا آشنا ہو گیا اس کو موکش مل گئی ورنہ صفات پرست بھی موکش سے محروم رہتے ہیں۔ ۱۲

[۲] مَن عَرَفَ نَفسَہٗ فَقَد عَرَفَ رَبَّہٗ جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے اپنے خدا کو پہچانا۔ ۱۲

[۳] ضامن ؎ دل کے آئینہ میں ہے تصویر یار — جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی ۱۲ [۴] گردن ...

جو دن کو مرے اُس کی ہووے نجات ۔۔۔ پڑے دَوْر[ل] میں جس کو کھا جائے رات
مگر ہے جو جوگی وہ ہے خاص نور ۔۔۔ اُسے ہے میسّر دوامی سرور
بہرحال ہو جوگ کا آشنا ۔۔۔ یہ ہے محویت کا عجیب راستا
مسلسل ہے یہ دورۂ کائنات ۔۔۔ تماشا ہے از بہرِ اہلِ نجات

نواں ادھیائے (وِدّیا راج) راج جوگ

ذرا اِس پہ کر سُن کے تو خوب غور ۔۔۔ بتاؤں گا اب تم کو اسرار اَور
اگر ہے خرد اور فہم و ذکا ۔۔۔ تو بن جاؤ گے آپ ہی تم خدا
خرد وہ خرد جو ہے بالاتمام ۔۔۔ یہ دانش نہیں دانشِ خلق و عام
ملے گی تجھے شادمان زندگی ۔۔۔ مرے جیسی اک جاوِدانی زندگی
کہ جو شخص ہے ایسا پاک اعتقاد ۔۔۔ مجھے اُس کی رہتی ہے ہر وقت یاد
جو بے معرفت بے حیا مر گئے ۔۔۔ ہمیشہ وہ آواگون میں رہے

سُنو میں ہوں ظاہر میں انساں مگر
حقیقت میں ہوں خالقِ خیر و شر

جہاں مجھ میں اور میں جہاں میں ہوں ۔۔۔ مرا مرتبہ ہے بیاں سے فزوں
برہمانڈ میں جس طرح ہے ہوا ۔۔۔ یونہی مجھ میں ہے کائناتِ خدا
منزّہ سمجھ مجھکو اعمال سے ۔۔۔ خداوندگارِ جہاں کہہ مجھے

[ل] دَوْر سے مراد دورِ تناسخ ۱۲

جو کچھ بھی ہوں میں ہوں خدا مجھ سے ہے[۱] فنا مجھ سے ہے اور بقا مجھ سے ہے

یہ جو کچھ بھی ہے میری قدرت میں ہے طلسم جہاں میری قوت میں ہے

برہما کا دن جبکہ ہووے تمام فنائے جہاں کا کروں انتظام

سحر جب نمودار و پیدا کروں تو پھر خلق و عالم ہویدا کروں

نئے سر سے یہ گھر سجاتا ہوں میں مکیں حسب اعمال لاتا ہوں میں

یہ قدرت مرے زیر قدرت تمام میں صانع ہوں یہ میری صنعت تمام

جہاں والے اپنا سا جانیں مجھے کہ جیسا ہوں ویسا نہ مانیں مجھے

یہ سب غافل اس میری عظمت سے ہیں مقیم ضلالت جہالت سے ہیں

شیاطین کی ان میں ہے خوگری بد افعال ہیں ان میں ہے بدتری

پہ جن میں ہیں عادات خوب ملک وہ جانیں مجھے مالک نُہ فلک

مری بندگی میں رہیں شادکام مرا ذکر کرتے ہیں ہر صبح و شام

سمجھتے ہیں ایک اور اکثر مجھے[۲] جہان اور دادار داور مجھے

نہ پائے مجھے جو کہ ہے دور دھو نہ جب تک کرے یگ نہ ہو گیان تو

جہاں جستجو ہے ہیں حاضر وہاں جہاں ہووے جوئندہ ناظر وہاں

اگن میں ہوں یگ میں ہوں میں آب و گھی پون میں ہوں وہ جو ہے لائق سب

---

۱ خواہ انسان ہوں اور خواہ خدا۔ غرض جو کچھ بھی ہوں ہوں ہوں۔ بات یہ ہے کہ اب معرفت کے سبب سے میری یہ حالت ہے کہ خدا مجھ سے ہے اور فنا و بقا سب کچھ مجھ سے ہے۔ مولانا روم ؎ گفتۂ او گفتۂ اللہ بود گرچہ از حلقوم عبداللہ بود ۱۲

۲ کوئی واحد کہتا ہے اور کوئی مجھ کو سارا جہان مجسم کہتا ہے یعنے وحدت میں کثرت اور کثرت میں وحدت - ۱۲

برادریں۔ سنگو ریں۔ یاوریں ہوں
پدر مہرباں اور مادر ہیں ہوں

سزا دے جو اعمال کی ہیں وہ ہوں
جزا دے جو افعال کی ہیں وہ ہوں

حیات و ممات و نکت ہیں ہی ہوں
گیان اور رہ معرفت ہیں ہی ہوں

سماں اور بارش شگال اور ابر
شکور اور سنتوش صبار و صبر

وحید اور اونکار۔ یکتا و گن[51]
اٹھائی تھی میں نے ہی آواز کن

پراگندگی کو فراہم کروں
پناہِ غریبانِ درماندہ ہوں

زمیں بھی میں ہوں آسماں بھی میں ہوں
مکیں بھی میں ہوں اور مکاں بھی میں ہوں

میں خلاق و رزاق و غمخوار ہوں
ہر اک جیو کا میں نگہدار ہوں

میں ہوں ظرف اور ظرف کا آب ہوں
میں ہوں شغل مشغول خود ہی ہوں

مہ و انجم و کوکب و آفتاب
مری سب سے بالا ہے عالیجناب

تہ بحر میں۔ اور ساحل بھی میں
میں امرت ہوں۔ زہر ہلاہل بھی میں

غرض اس جہاں میں جو کچھ ہے میں ہوں
ہر اک نیک اور بد کا شاہد ہوں

جو کرتے ہیں سنے مدعا بندگی
خوشی سے گذاریں گے وہ زندگی

قسم عابدان

وہی بندۂ خاص مقبول ہے
مری خاص خلوت میں موصول[52] ہے

پرستار میرا ہو یا غیر کا
پرستش کی اس کو ملے گی جزا

عارف

حقیقت میں ہے گر پرستار رب
نجات اس کو ملجائے گی ہر سبب

اگر اس کے دل میں نہیں غیریت
تو وہ بن گیا صاحب معرفت

[51] گُن سے مراد تین گن ۱۲ [52] موصول = ملا ہوا ۱۲

لگایا ہے جس شخص نے مجھ سے دل
ہوا و ہوس میں نہیں پا بگل

ہر اک رنگ عبادت کا مقصود ہیں
ہر اہلِ حقیقت کا معبود ہیں

وہ ہے اہلِ دل جس کا ہیں دلپذیر
جہاں مثلِ محفل وہ شمعِ منیر

کرے بندگی اور رنگ تو میرے لئے
جو جیتا ہے میرے لئے وہ جیے

(عابد کو ارشاد)

محبت شیاطین سے جس نے کی
تو حاصل ہوا رنج و درد و غمی

کسی جا پہ پہنچا نہ وہ زہد بہار
ضلالت کا رستہ کیا اختیار

خودی سے نکل اور خدا کو سمجھ
ہر اک شکل میں کبریا کو سمجھ

(عشق)

مجھے عشق منظور ہے سر بسر
یہ ہے طاعت و زہد اہلِ نظر

کرے گا اگر عشق تو اختیار
ملے گی تجھے دولتِ[1] پائدار

یہ ظاہر ہیں باطن میں بن جا مرا
دو رنگی دوئی کا تصور مٹا

اگن تاپ میں زہد و خیرات میں
عبادات و جہد و ریاضات میں

رکھ اخلاص کر جو تو ہو کامیاب[2]
کہ گلبرگ ہو خواہ اک چمچہ آب

نہیں زہد و طاعت پہ ہرگز نظر
یہاں محض اخلاص ہے معتبر

کرے یاد فاجر[3] گر اخلاص سے
مجھے۔ تو نہ قیدِ الم میں رہے

مری مخلصوں پر ہے ہر دم نگاہ
اگرچہ ہوں خاطی و نامہ سیاہ

مرے مخلص اور عاشق اور درد مند
دو عالم میں ہیں مجھ کو دل سے پسند

فلک پر حقیقت کے جوں مہر و ماہ
وہ ہیں ملکِ عرفان کے بادشاہ

---

[1] دولت پائندہ مراد نجات ١٢ [2] بخشش کر اور اخلاص رکھ خواہ تیرے پاس برگ گل یا چمچہ آب ہی کی طاقت ہو۔ ١٢ [3] فاجر = رند۔ گنہگار ١٢

مُنی اور رکھی دل کو مجھ سے لگا
مرے قرب میں خوش ہیں بنکر خدا

غرورت سے تائب ہوا ور توبہ کر
تضرّع سے رکھ مجھ پہ ہر دم نظر

سدا ایک طاعت سے رکھ مجکو یاد
دل اپنے کو رکھ عشق میں میری شاد

اگر ویش شودر بھی ذاکر ہُؤا
برہمن سے ہے اس کا درجہ سوا

میں ہوں عاشقوں سے بہت شرمسار
کہ ہوں بندۂ عشق اے ہوشیار

جو مخلص مرے نیک ایمان ہیں
وہی میرے مقصود اور جان ہیں

جو دیوا اور پیتر سے محبت رکھے
مرے بعد وہ ان سے جاکر ملے

مگر میرا طالب مجھے آ ملے
برہمن ہو یا چھتری جان لے

مجھے آکے مل اور خودی چھوڑ دے
تجا رہ ضلالت سے ہٹ جا پرے

اگر تیرا ہو جائے مجھ سے وصال
رہے کچھ نہ نقصان پائے کمال

نہ دشمن کسی کا نہیں دوست ہوں
مجھے ہیں برابر سعید و زبون

مگر مخلصوں کا طلب گار ہوں
غرض عاشقوں کا خریدار ہوں

اگر میرا دل سے تو ہے خدمتی
کوئی بھی نہ تجھ کو رہے گی غمی

جو اخلاص سے میری پوجا کرے
جگہ اُس کو خُلدِ بریں میں ملے

بنے گا تو اخلاص سے کامراں
کہ خادم ہے مخدومِ ہر دو جہاں

ادھیائے دسواں بھوت جوگ

نظم

مگر یہ میں کرتا ہوں تجھ پر عیاں
بتاتا ہوں پھر تجھ کو راز نہاں

کہ وہ جانیوں کو خبر ہی نہیں
انہیں میرے آغاز کا کیا پتا
ہر اک سے ہے اول ہمارا ظہور
انہیں میری منزل کی ہے کیا خبر
جو جانے مجھے اولین آخرین
نجات اُس کو بندِ گنہ سے ملی
دل و عقل و آرام و صبر و قرار
بقا و فنا و تمنائے دل
غم و شادی و راستی کے سخن
نکو نامی و زشت نامی تمام
غرض یہ جو کچھ ہے وہ ہم سے بنا
منو[1] چار اور مہرشی نیک سات
جو[2] اُن سب کا خلاق جانے مجھے
دل و جان سے کرتے ہیں جو مجھکو یاد
بڑھاتا ہوں میں ان کی قدر اور شان

جو کچھ ہے مَیں ہوں اور کچھ بھی نہیں
ہر اک لے میں سُر میری آواز کا
سنوار کُن خلق ہے اپنا نور
کہ ہوں جلوۂ نور میں مُستتر
گیا وہ جہاں جانا ممکن نہیں
مکت اُس کو لاریب فیہ مل گئی
زبونئ نفس اور بیہودہ کار
شکیبائی و شکر و ایذائے دل
نکوئی و زشتی و رنج و محن
ہر اک رنگ میں ہیں دو ستئے انام
یہ نیرنگِ دنیا میں ہم سے ہوا
یہ گیارہ ہیں میرے قوائے صفات
مرے دل میں عارف کی منزل ہے
انہیں معرفت کا ہو حاصل سواد
دکھاتا ہوں عرفاں کے دل امکان

۱ چار دن منو دن اور سات مہرشیوں سے مراد گایتری منتر کی چار اوستھا اور سات بھوم کا سے لیجاوے تو یہ بھی عمدہ تاویل ہے ۱۲

۲ جوان تمام قدرتوں اور مظاہر کا خالق مجھے جانتا ہے۔ اس کا مکان میرا دل ہے اور اس کو سکون حاصل ہوتا ہے اور وہی عارف ہے ۱۲

یہ ارجن! مرا ظلّ ہے سب جہان
پرتو ۱۲
وجود و عدم اور حدوث و قِدَم
یہ سب کچھ ہے قدرت کا میری ظہور
بھرت نے مرے عشق میں بارہا
سمجھ لے کہ میں ہی ہوں خالق قدیر
مجھے دیکھ کر کے بعین الیقین
گیانی نظر اپنی مجھ میں جما
سمجھاتا ہے چیلوں کو میرا گیان
صبور اور قانع ہیں بے مدعا
حبیب ان کو اپنا بنا لیتے ہیں ہم
کہ سب ان کی تعظیم و عزت کریں

جہاں ہے بدن اور میں اس کی جان
جہاں عرش و فرش اور لوح و قلم
سمجھتا ہے۔ ہے جس کی آنکھوں میں نور
خرد ہوش و فہمید کو کھو دیا
بد و نیک کا میں سمیع و بصیر
کہا گیان نے "خالق العٰلمین"
شب و روز ہے ذکر کرتا مرا
جہاں کا سراپا[۱] ہیں دل اور جان
زمانہ سے کوئی نہیں ہے گلا
یہ لوگوں میں دل میں بٹھا لیتے ہیں ہم
مدام ان کی چوکھٹ پہ ساجد ہیں

یہ ارجن نے سن کر کہا کرشن جی
کہ ہے دو جہاں میں خدائی تری

یہ جو کچھ جہاں میں ہے ہستی ہے تو
بدن تو ہے اور جان عالم ہے تو
تری وصف ہووے تو تجھ ہی سے ہو
ہر اک جا ہے جلوہ تری شان کا
خدا کے لئے یہ بتا دے مجھے

خداوندِ بالا و پستی ہے تو
غرض کفر و ایمانِ عالم ہے تو
یہ جاہل بھلا کیا کرے گفتگو
جہاں ہے فدا تیری ہر آن کا
کہ پہچانئے کس طرح سے تجھے

لہ جہان کا دل اور جان میں ہی ہوں جس سے وہ قائم ہے ۱۲

کہا کرشن نے سن ذرا کر کے دھیان
مری بات کو ہو کے محو گیان

ادت[۱] میں ہوں میں پوربا[۲] نام کشن — یہ فرزند بسدیو کا نام کشن
ستاروں میں مہتاب پرآب ہوں — مرُدتوں میں ماریچ پرتاب ہوں
میں ہوں اول و آخر و درمیان — جہاں جسم ہے اور میں اُس کی جان
میں ویدوں میں ہوں سام[۳] ای یجر دکا — تو روحانیوں میں مہا دیوتا
حسوں میں ہوں دل اور دلیں ہوں جان — کہ ہوں رُدر شنکر میانِ جہان
پہاڑوں میں ہوں کوہ اعظم سمیر — پچھوں اور رچھوں میں بہادر کوبیر
بہاروں میں اگنی ہوں با برتری — ستاروں میں ہوں نامور مشتری
سپہ داروں میں سکند کمار — سمندر ہوں جس کا نہیں ہے شمار
رشیوں میں بھرگ اوم ناموں میں ہوں — بہت[۴] سام میں سار ساموں میں ہوں
یگوں میں ہوں جپ جگ عظیم القدر — ہماچل ہوں میں اعظم کوہسار
درختوں میں پیپل مجھے جانیو — تو رکھیوں میں نارد منی مجھے مانیو
بیل ہوں میں سدھوں میں اپی سر فراز — چترر کھ ہوں گندھرب طبلہ نواز

[۱] ادت منظام شمسی ورو شنی و ظہور ۱۲ [۲] پوربا نام کشن - وہ بڑا ستارہ جو پورب سے نکلتا ہے - جس کا نام کشن یعنے سورج ہے ۱۲ [۳] مروت ۴۹ ہیں اور ماریچ ان سے عظیم اور شاندار ہے ۱۲ [۴] سام بمعنے سُر - اور سُر یں سات ہیں کھرج - رکھب - گندھار - مدھم - پنجم - دھیوت - نکھاد کھرج کو بہت سام اور سر کہتے ہیں اور یہی اولین اور اعظم سر ہے جس پر علم موسیقی کا مدار ہے ۱۲

سلاحوں میں بجر[۱] ہوں لشکر شکن
افاعی میں باسک ہوں ناگوں میں شیش
سمندوں میں اوچیشرا خوش عناں
دئیت ہوں تو پہلاد فانک تو کال
برج میں ہوں شام اور نہروں میں گنگ
ابد اور ازل اور میان زمان
کمال عزت و شان و بخت کریم
شہنشاہ ہوں نوع انسان میں
میں ہوں کام باعث ہوں ایجاد کا
مرا نام تیروں میں ہے ارجمان
درندوں میں میں شیر درندہ ہوں
الف ہوں کہ ابجد کی ہے وہ بنا
ممات جہاں جس کا ہے نام کال
بغیر از کسوف آفتاب عظیم
جو گذرا ہیں ہوں اور جو ہوگا میں ہوں
کھماں۔ بدھ دھیرج ہوں اور سرستی
جو ہے چھند میں میں ہی گایتری

زمانہ کی گائیوں میں ہوں کامدھین
گجوں[۲] میں تو ایراوتی ہوں گنیش
غنی و صمد کبریائے جہاں
ہواؤں میں ہوں صرصر تیز چال
ظفر مند رام اور بحری نہنگ
کریم و جواد افضل و مہربان
جلال اور بیدا انت علم عظیم
کہے مثل ہو عزت و شان میں
میں ہوں برن ماوا ہے دریا مرا
شہنشاہ یم میرا والا مکان
بہادر گرڑ تیز پرندہ ہوں
سماسوں میں ہوں دوند لا انتہا
حیات زمان پراگندہ حال
برہما ہوں میں دیوتائے عظیم
وہ جب تک رہے گا زمانا میں ہوں
سمارت ہوں کیرت ہوں اور بھی
دھنتر طبیبوں میں عالم ذکی

[۱] بجر مہادیو کے چکر کا نام ہے ۱۲ [۲] گج و گنیش = ہاتھی اور ایراوتی سفید عظیم اور خوش قسمت اور خوبصورت ہاتھی۔ ۱۲

مرا نام ہے موسموں میں بسنت — انیس اور مولائے ہر سادھ سنت
مہینوں میں منگسر مہ نور بیز — قمار اس زمانہ کی کھیلوں میں تیز
ظفر اور تدبیر و عزمِ صمیم — کمالات میں ہوں کمالِ عظیم
مرا نام دانشوروں میں بیاس — میں پانڈو پسر ارجنِ حق شناس
خموشی میں ہوں قفلِ گنجِ نہاں — میں ہوں حسنِ تقریر صاحب زباں
میں ہوں نابغہ[1] تاجِ اہلِ سخن — میں ہوں عدل فرمانِ ذو المنن
میں ہوں معرفت اہلِ عرفان کی — مجانین کا شورِ دیوانگی
میں ہوں اصلِ خلقِ جہان و زماں — نصیر و حفیظِ مکین و مکاں
مرے وصف ہیں بڑھ کے تقریر سے — مرا گیان ہے بڑھ کے تحریر سے
سمجھ لے اگر کچھ ہے عقل و تمیز — جو کچھ ہے جہاں میں وہ میں ہوں عزیز!
گماں ہوں قیاس اور میں ہوں خیال — جلال و جمال اور حسن و کمال
یہ ہے خلق اک ذرہ میں آفتاب — اگر دیکھنا ہے تو لے چھوڑ خواب

ادھیائے گیارھواں روپ درس

کہا پھر یہ ارجن نے اے سرفراز — تو ہے چارہ کارِ اہلِ نیاز
تری ذات بالائے وہم و گماں — جہاں پرورا! تو کسِ بیکساں
دکھایا حقیقت کا رستہ مجھے — سنائے سخن معرفت سے بھرے

[1] نابغہ اس شاعر کو کہتے ہیں جو زمانہ میں فرد اور بے نظیر ہو۔ مگر کسی کا شاگرد نہ ہو سیلف ٹاٹ ہو۔ ۱۲

کہا تو نے میں ہوں محیطِ جہاں
مرے دل میں ہے اے شہِ راستاں

کہ اپنی وہ صورت مجھے دے دکھا
کہ جس میں یہ عالم ہے سارا کھپا

کریں آرزو جس کی عابد تمام
دکھا دے مجھے بہرِ ربُّ الانام

عنایت سے مجھ کو سرافراز کر
مجھے کر کے آگاہ ممتاز کر

تو فرمایا اچھا دکھاتے ہیں ہم
نہاں سرّ تجھ کو بتاتے ہیں ہم

یہ مشکل ہے اس طرح سے دیکھنا
اِن آنکھوں میں کب ہے بھلا دہ ضیا

عطا کر کے اب اک نئی روشنی
دکھاؤں گا تجھ کو مثال بہی

نگہہ کر ادھر دیکھ بیراٹ روپ
بلا پردہ دیکھ اب ہمارا سروپ

دہن گل کی مانند پھر وا کیا
جہاں کا وہاں جلوہ دکھلا دیا

کوئی حصر ہی تھا نہ اشکال میں
وہ نیرنگ صد رنگ تمثال میں

ہر اک سینکڑوں سورجوں سے سوا
بروں از بیاں اس کی ہر اک ادا

ہزاروں مہ و مہرِ تابندہ تھے
کروڑوں وہاں چرخ رخشندہ تھے

عناصر موالید سب تھے عیاں
جو دیکھا۔ نہیں اس کا ممکن بیاں

مرتیج و مہا دیو اسنی کمار
سرشٹی دبشن و گنیش و کمار

سموم و نسیم و صبا و دبور
چمن اور جناتِ حور و قصور

برستی ہوئی کالی کالی گھٹا
چمکتی ہوئیں بجلیاں پر صدا

ڈرا خوف سے پڑ گئی کپکپی
پڑھی اس کی صورت سے حیرانگی

کیا سجدہ پاؤں میں پڑ کر وہاں
تو کی عرض اے شاہِ کون و مکاں

ہوئے مجھ پہ اسرارِ مخفی عیاں | نظر آ گئے ہیں خزانے نہاں
نظر آئی واں ایک شکلِ عجیب | کہ ہے حیرت صد چمن اور غریب
مکٹ سر پہ اور مُنہ پہ ہے بشری | بصد دلربائی بصد دلبری
خرامندہ با ناز و با صد ادا | سہی قد سیہ چشم۔ خوش دلربا
مسلسل سیہ گیسوؤں پر ز تاب | وہ پُر نور رخ ذرّہ وش آفتاب
مری جانِ محزوں ہو اس پر فدا | نثار اسپہ ہے بلکہ ارض و سما
ہر اک تیرا جلوہ ہے لا انتہا | کہاں تاب رکھتا ہے یہ بینوا
مسبّح[1] ترے جنّ و انس و ملک | مُہلّل[2] ترے مہر و ماہ و فلک
تری یاد میں بلبل و قمریاں | چمن۔ بحر و بر۔ کہ میں تیرا نشاں
مہادیو شیدا تری یاد میں | وہ لبدیو والا تری یاد میں
اسر ججھہ گندھرب اسنی کمار | ثنا خوان و شیدا ترے بیج و ملر
مروت و رسدھ سادھ رکھشی منی | ہر اک ہے ترا محوِ حیرانگی
ترا قد سما سے سمک[3] تک عظیم | ترا نور ہے زیر و بالا ضرم[4]
قوی بازواں انگشت ذی وقار | ترے پا و چشم و دہن بیشمار
ہر اک منہ میں کثرت سے پُر خون دانت | نظارہ سے نظر آ گئے بھانت بھانت
نظر کرکے یہ جلوۂ بے قیاس | نہ قائم رہے میرے ہوش و حواس

[1] مسبّح۔ تسبیح گو یعنی سبحان اللہ کہنے والا ۱۲ [2] مہلّل۔ تہلیل گو یعنے لا الہ الا اللہ کہنے والا۔ وحدانیت کا ذاکر۔ ۱۲ -
[3] سمک۔ مچھلی جو زیر زمین ہے۔ ۱۲ [4] ضرم۔ شعلہ زن ۱۲

درونا و بھیشم کرن بکرّن — میرے سارے عم زاد پیمان شکن

وہ سب ان کی افواج لا انتہا — بریدہ سراں، تن جُدا سر جُدا

ادھر سے ہمارے دُرشتہ دمن — مہاراج بیراٹ لشکر شکن

دروپد شکھنڈی عظیم الوقار — کٹے سب کے سر اور سینہ فگار

رواں اور پُر موج دریائے خون — ہزاروں بہادر پڑے سرنگون

کسی میں نہیں زندگی کا نشان — پڑے بے سر و بے توان و روان

دلاور زمانہ کے شیر ژیاں — ترے مُنہ میں ہوتے ہیں آکر نہاں

لٹکتے ہیں دانتوں میں لاکھوں جوان — کہ پروانہ ہو شمع پر سرنگون

مزے لیکے اُن کو چباتا ہے تو — حیات اُن کی ہوا مٹاتا ہے تو

یہ سب کچھ تو دیکھا مگر کیا ہے راز — کہ ہے دیدۂ عقل کا در فراز

نہیں کھلتا تو کون ہے کیا ہے تو — مرے فہمِ قاصر سے بالا ہے تو

کہا کرشن نے میں نے کھولی نقاب
اٹھا پر نہ دل سے تمہارے حجاب

کہ سب کی ہلاکت کو بھی دیکھ کر — تو اب تک رہا بے خبر بے بصر

کوئی مارتا کوئی مرتا نہیں — مقدّر ہے مولائے جاں آفریں

تو کیوں مضطرب اور حیران ہے — تو کیوں کارہ[۱] جنگ و میدان ہے

یہ کورو ہیں بدبخت اور بدنصیب — اجل ان کی آئی ہے اب بس قریب

بہانے نہ کر اور مردانہ بن — نہ بیہودہ بے فائدہ کر سخن

ہر شے فانی مقدر ہے

[۱] کارہ۔ منکر کراہت کرنے والا - ۱۲

تری نیک نامی لڑائی میں ہے / تری خوب کامی لڑائی میں ہے

غرض نیک دل ارجنِ پاکباز
بحکمِ کرشن آگیا ضد سے باز

کیے سجدے اور کر کے وصف و ثنا / کیا عذرِ تقصیر اور یہ کہا

کہ ہے کس کو مولا یہ تاب و مجال / خلاف آپ کے دل میں لائے خیال

ترے لوگ محکومِ حکمِ رفیع / زمین و زماں زیرِ حکمِ مطیع

ترے پوجنے والے ہر صبح و شام / تجھے سجدے کرتے ہیں سب خاص و عام

پناہِ غریبانِ کس بےکسان / رحیمِ جہاں۔ یارِ بے یاوراں

ترے ڈر سے راکھش گریزاں ہوئے / کہیں گاہ پاتال میں جا چھپے

نہ ہو کس طرح یہ تری قدر و شان / سمائے ہیں تجھ میں زمین و زماں

ازل سے ابد تک تری برتری / نہ مفہومِ افہام عظمت تری

مہ و مہر تو ہے برہما ہے تو / یم و برن ہادیئے مولا ہے تو

یونہی اگنی اور علم و عالم ہے تو / خدا کا تو ہے مظہر اے ماہ رو

چپ و راست تو۔ تو ہے بالا و زیر / تری دید سے کون ہے چشم سیر

ہے قدرت نمائی بروں از قیاس / بھلا کس طرح ہووے تیری شناس

ملے جس کو تو چاہے مولا بقا / سبھی لوگ ہوتے ہیں تجھ میں فنا

میں سمجھا تجھے کشن بسدیو کا / میں سمجھا تجھے خویش اور حال زا

مجالس میں۔ خلوت میں وقتِ طعام / کیئے میں نے تجھ سے ہنسی کے کلام

معافی مجھے دے۔ نہ سمجھا تجھے / میں معذور ہوں تو بخشدے مجھے

مری توبہ! کر رحم کرلے قبول
ترا عبد ہوں ہیں ظلوم و جہول

پسر ہوں ترا اور تو ہے پدر
قصوروں سے بابا مرے درگذر

بڑوں سے بڑا کون تیرے سوا
زمین و زماں میں کوئی دوسرا

ترے پاؤں پر رکھ جبین نیاز
تجھے سجدے کرتا ہوں ای سرفراز

ترے خوف سے مضطرب میرا تن
لرزتا ہے مولا مرا جان و تن

دکھا دے مجھے صورتِ جانفزا
چیتربھج مرے بنسری والے آ

کہا تو نے وہ شکل ہے دیکھ لی
کہ دیکھی نہ آنکھوں نہ کانوں سُنی

تمنا میں مضطر ہے سارا جہاں
نہ جلوہ ہوا یہ کسی پر عیاں

بہت خاک رہِ عشق میں ہو گئے
بہت اپنی جانِ حزیں کھو چکے

بہت طاعت و جاپ میں مصروف ہیں
بہت رنج و محنت میں مشغوف ہیں

ملی تجھ کو وہ دولتِ بیکراں
جو پائی نہ اوروں نے دیکھی عیاں

دکھائی وہ پھر صورتِ دلفریب
ہوا جس سے ارجن کو صبر و شکیب

وہ جلوہ تھا سورج کا یا حسنِ ماہ
تجلا تجلا ہے نورِ الٰہ

گدا چکر اور سنکھ تھا اور پدم
کہ ہاتھوں میں تھا اور بزیرِ قدم

پہن کر پتامبر مکٹ کو لگا
کہ موروں کے پنکھوں سے تھا وہ بنا

وہ کانوں میں موتی سجائے ہوئے
وہ ماتھے پہ ٹیکا لگائے ہوئے

منی کوستب روکشِ آفتاب
گلے میں لٹکتی تھی با آب و تاب

جو دیکھا تو ایسی ہوئی خرّمی — کہ ارجن کو تازہ ملی زندگی
کیا جلوہ پھر شکل انسان میں — وہ پہلی سی تمثال رتھبان میں
تو ارجن نے کی یہ ثنا گستری — کہ اے صاحب و مالک برتری
ادا کس سے ہو تیری مولا ثنا — مگر جس طرح سے کرے تو ادا
کہا کرشن نے جو نظارہ ہوا — یہی دیوتاؤں کا ہے مدعا
نہ زہد اور خیرات سے ہو نصیب — نہ یگ اور ریاضات سے ہو نصیب
ملا ہے جو رتھبیت تجکو کمال — وہ عشق حقیقی سے ہووے وصال
عمل بے تعصب کرو بے ریا — کہ عاشق ہی واصل ہے المدعا

بارھواں ادھیائے۔ بھگت جوگ

کہا پھر یہ ارجن نے با سوز و ساز — ہوا فیض کا باب ہے مجھپہ باز
مری جان و دل کی ملی ہے مراد — ہر اک عقدہ کی ہو گئی ہے کشاد
نہیں کوئی مشکل ہے باقی ذرا — مگر کیجئے حل یہ عقدہ مرا
کہ ان عارفوں کے میں درشن کروں — ترے غم میں ہے جن کی حالت زبوں
ریاضت کا ان کو بڑا شوق ہے — مشقت میں بھی اک نیا ذوق ہے
فنا عشق میں وہ یہاں تک ہوئے — علائق سے بیگانہ بلکہ ہوئے
وصال ان میں کس کو ہے کون دور — عارف — سیہ بخت ہے کون سا پُر قصور

کہا سُن اکہ جو ہیں حقیقت شناس
نہیں زینہار ان کو امید و یاس

تمنا کا دل میں نہیں کچھ فساد
نہ راحت کی شادی نہ غم کا گلا

شب و روز ہے دل میں ہری ہی یاد
ہر اک حال میں ہیں پیرے محوِ رضا

تصوّر مدام اُن کا میری طرف
میرے واسطے مرتقب[1] معتکف[2]

پہ اَز جن بہر رنگ بے رنگ رہ[3] پسند
پرستارِ آب و گِل و سنگ رہ

تصور تو کر نور کا جسم و تن
تو دامانِ مولا پہ ہو پنجہ زن

غرض خویشتن اور خودی کو مٹا
تہیّا[4] رہے نیستی کا سدا

ہر اک[5] کام لطف اور بخشش میں دیکھ
مجھے مہر قہر اور بخشش میں دیکھ

سلوک اور ہمت عبادت تمام
یہ سب خواجگی اور غلامی کے کام

یہ جو کچھ ہے۔ گر ہے ہمارے لئے
حقیقت کی منزل ملے گی تجھے

دل اندیشہ و غم سے بیرنگ کر
ملے تو مجھے ورد سوہنگ[6] کر

کسی پر نہ کر جبر و زور و جفا
ہوا خواہ و ہمدرد بن خلق کا

خوشی میں نہ کر عیش غم میں نہ غم
نہ ہونے دے بیکس پہ جور و ستم

[1] مرتقب۔ مراقبہ کرنے والا یا انام کرنیوالا۔ سمادھی لگانے والا۔۱۲
[2] معتکف۔ گوشہ میں بیٹھا ہوا۔۱۲ [3] تو جس حالت میں ہووے دوئی نہ کر۔ منافق نہ بن۔۱۲ [4] تہیا۔ تیاری۔۱۲ [5] لطف و بخششِ خدا میں ہر ایک کام کو دیکھ۔ اُسکا قہر اور مہر سب کچھ اسکی عنایت ہے۔۱۲ [6] سوہنگ کا ورد۔ پاسِ انفاس ۱۲

تمنا و خواہش کو دل سے نکال
رہو عابدِ داورِ ذوالجلال

رہو بے نیاز اور تو شاد رہ
تو دنیا سے استت سے آزاد رہ

خدا تجھ کو جو دیوے لے اور کھا
مسافر کو مہمان کو بھی کھلا

یہ حرص اور لالچ سے رہ بے نیاز
نہ کر ہاتھ حرص و ہوا کا دراز

مقرر نہ کر کوئی جاؤ مکان
جہاں ہووے رکھ پاک مولا کا دھیان

جو آزاد ہو کر جہاں میں رہا
جہاں ہے وہی اس کا ہے ٹکا[1]

نہ روزی کی ہو اس کو کچھ بھی تلاش
کہ من حیث لا یحتسب[2] ہے معاش

نصائح ہماری ہیں آبِ حیات
کہ عاقل کو ملتی ہے ان سے حیات

ادھیائے تیرھواں چھترک جوگ

کہا پھر یہ ارجن نے کر کے نیاز
کہ اے کارساز اور بے کس نواز

کہ پرکرت - پرک اور چھتر چھیترگ[3]
گیان اور گی ہیں پڑا مجکو شک

کہا جسم ہے چھتر اے پاکباز
مگر چھیترگ عارفِ پاک باز

[1] ٹکا - جائے نشست ۱۲ [2] یرزق من حیث لا یحتسب - خدا اپنے متوکلین کو روزی ایسی جگہ سے دیتا ہے کہ اس کا خیال و گمان بھی نہیں ہوتا - غیب کی روزی - ۱۲ [3] چھیتر یعنے کھیت مزرعہ یعنے جسم اور کھیترگ یعنی کھتری یعنے کھیتی والا - مراد جان جو کہ صاحب جسم ہے اور اصطلاح میں چھیترگ وہ ہے جو حالِ جسم سے پورا واقف ہے اور اس کی بد و نیک سے حفاظت کر سکے اور کما حقہٗ اس سے کام لے - ۱۲

کسی کو نہیں ہے بدن کی خبر — بتاتا ہوں میں تجھکو لے غور کر

گیان اور عرفان اس کی شناس — اسی پر تو ہے معرفت کی اساس

کہ ہے جان کیا چیز کیا چیز جسم — بتاؤں تجھے جسم کا سب طلسم

بنت طرز پر وید کھٹ شاستر[۵۱] — اسے لکھتے ہیں فلسفی باخبر

[۵۱] کھٹ شاستر - چھہ شاستر یعنے سانکھ - نائے - یوگ - ویسی شک - اتر میمانسا پورو میمانسا - ان سے مستنبط کہ جسم تت و حواس وحواس وغیرہ چوبیس چیزوں سے بنتا ہے اور اس سے حیات موت وغیرہ بارہ اشیاء سرزد ہوتی ہیں - پانچ تت یہ ہیں - ہوا - پانی - آگ مٹی - خلا (آکاش) اور دس حواس یہ ہیں - مدرکہ - متخیلہ - فاعلہ - حافظہ - ممیزہ - ارادہ تہوت ماسکہ - خارجہ - پران اور حواس ظاہری یہ ہیں - لامسہ - ذائقہ - سامعہ - باصرہ - شامہ اور دس حواس باطنی یہ بھی ہیں - کام - کرودھ - لوبھ - موہ - ہنکار - سمان - پران - اپان - دیان - اودان (یہ قوئے حیوانات میں بھی ہیں) تو یہ سریر جو کہ چوبیس اشیاء کا مجموعہ ہے اور بارہ فعل اس سے بالارادہ یا بلاارادہ سرزد ہوتے ہیں چھیتر ہے اور اس کا مالک (روح) ہے اگر ان افعال اور قوئے روح کا پورا انتظام اور کنٹرول ہے تو عارف ہے - اگر بلا امید نتیجہ اسکا فعل ہے تو اسکو موکش ہے - اور عارف پاکباز ہے ورنہ اسکو پھر غمی یا خوشی - نرک اور سورگ بھگت کر تناسخ ہوگا - اور عارف پاکباز ہی چھیترگ ہے - نہ تو محض روح چھیترگ ہے اور نہ جسم بلکہ جسم اور روح دونوں میں اگر انتظام درست قائم رہا - تو ذی روح ایسے جسم والا چھیترگ ہے اور ایسا جسم ترقی پانیکا مقام ہے اور اعلے ترقی کا نام معرفت ہے اور اس کا نتیجہ موکش ہے جس کو ان تمام باتوں کی خبر ہے وہ عارف ہے اور عارف کی منتظم اور حاکم روح ہو تو چھیترگ ہے - ورنہ گواسی یا جاہل ہے - اور اس کو نروان اور موکش نہیں - بلکہ سزا اور تناسخ اس کا حصہ ہے - ۱۲

یہ ہے پانچ تت عقل و وہم و شی
یہ ہے جسم اور جسم کا اقتضا
شکیب و تمیز اور رنج و خوشی
یہ چھتیس ہے اس کی یہ ہیں پنچ و بن
کہ عارف ہے وہ جو نہ مغرور ہو
نہ دکھ دے بگاڑے کسی کا نہ کام
غمی اور خوشی ہو برابر اُسے
نہ بگڑے و فریبی نہ ناحق شعار
رکھے جسم پاک آب یا خاک سے
کرے ترک لذات روکے حواس
نہ اہلِ فریب اور نہ ہو حیلہ گر
بدن کے رہے حال سے باخبر
جوانی۔ بڑھاپا۔ حیات و ممات
نہ ہو واله مال و فرزند و زن
نہ خوش ہو خوشی سے نہ غم سے ملال
ہر اک رنگ میں دیکھے میرا نگار

دل و دہ حواس اور حسین ظاہری
حیات و ممات و تنفر رضا
تمنا۔ عداوت۔ محبت۔ غمی
یہ عرفان کی ماہیت مجھ سے سُن
ریا اس کو ہرگز نہ منظور ہو
تحمل کا برت فراغت تمام
کوئی وہم باطل نہ دل میں رکھے
زبانی راست۔ مرشد کا خدمتگذار
سدا اپنے اعضا پہ قابو رکھے
شعار اس کا صبر و قناعت سپاس
لگائے نہ جی بے امیدِ ثمر
کہ ہیں جس میں تبدیلیاں بیشتر
غم و راحت امراض چندیں جہات
کہ عائد نہ ہوں اس پہ رنج و محن
نہ ہو غیر کا نقشبندِ خیال
رہے پاک جاہیں سے خاکسار

عارف ا[illegible]

سلہ والہ۔ عاشق ۱۲ سلہ ماسوے اللہ کا خیال اور محبت اس کے دل میں ہرگز نہ ہو۔ ۱۲
سلہ ہر ایک چیز میں اس کو میرا جلوہ نظر آئے ؎

برگ درختاں سبز در نظر ہوشیار — ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار

نتیجہ صحبتِ بد سے عرفاں ہے یہ — مؤید[1] ترین گنجِ ایقان ہے یہ
رکھے اس کو پیش نظر روز و شب — کہ ہو اس کو کوئی نہ رنج و تعب[2]
یہ عرفان ہے۔ جو کچھ ہے اس کے سوا — تغافل ہے۔ سستی نہ کر اب ذرا

بتاتا ہوں اب تجھ کو اس راز کو
دکھاتا ہوں اس مایۂ ناز کو

جو بالا ہے آغاز و انجام سے — جو اعلیٰ ہے اوہام و افہام سے
وہی آگ ہے اور وہی باد و آب — ہر اک ذرّہ ذرّہ میں وہ آفتاب
ہر اک حق و باطل سے ہے وہ بری — ہر اک[3] رنگ میں رنگ اس کا جلی
وہی آنکھ۔ کان اور ہوش و خمار — توانا محیط اور پروردگار
اُدھر سے ہی آئے اُدھر جائینگے — وہاں سے ہی مقصود سب پائینگے
وہی ہے جہان و مکان و زماں — وہی ہے قیاس و حواس و گماں
وہی آشنا ہے وہ بیگانہ ہے — وہ مسجد میں۔ وہ زیب بتخانہ ہے
وہ ہے بے نیاز اور مائل بہ خویش — مصیبت میں ہے عاشقِ سینہ ریش
بری الصّفات اور بالکل صفات — وہی عین ذات اور وہی غیر ذات
رونده نشیننده آینده ہے — وہ ناستقل اور پاینده ہے
اگرچہ خرد ہے بڑی خرده بین — یہ ملتا نہیں اس کو وہ نازنین

[1] مؤید - تا ابد رہنے والی شے ۱۲ [2] تعب - تکلیف - ۱۲ [3] اس کے دو مطلب ہیں اول ہر ایک بات میں وہی نظر آئے - دوم ہر ایک رنگ سے اس کا رنگ خوبصورت ہے - جلی بمعنے خوبصورت و روشن و جلوہ گر - ۱۲

قریب از قریب اور بعید از بعید
وہی مطلب جملہ گفت و شنید

وہی جلوہ پرداز ہر چیز کا
اسی سے فنا اور اسی سے بقا

وہی عارف اور ہے وہی معرفت
اسی میں ملیں اہل دل عاقبت

یہ دل کیا ہے اک مضغۂ گوشتین
پہ عارف بنا تو ہے عرشِ برین

یہ جسم اور عرفاں کی تھی گفتگو
بتا دی تجھے میں نے سب ہو بہو

مری پند پر کوئی عامل ہو گر
وہ میری ہی منزل پہ ہو جلوہ گر

ہر اک چیز سے ہے پرک اُسے کامیاب
مگر اس پہ پرکرت کا ہے نقاب

یہی پردہ ہے سخت بندِ بلا
جو پردہ اٹھا تو ہوا خود خدا

جو عارف ہے پرگ اور پرکرت کا
وہ آواگون سے ہوا ہے رہا

یہ ہے پرک فرمانروائے بدن
اسی سے ہے محکم بنائے بدن
اپرک

یہ چھلکے ہیں سب ہے مغز ساں جلوہ گر
تماشا اگر اپنا ہے خود ہی نگر

جو عارف کہ بینندہ دانندہ ہے
وہ گویا کہ خود آفرینندہ ہے

وہی سر سے پا تک سمایا ہوا
مزہ گیر ہر لذت و لطف کا

یہ سب باہر اور اندر اس کا ہی نور
شیون[۱] بدن سے ہے اسی کا ظہور

تو پہچان اس کو دل و جان سے
عجائب گیں ہے عجب شان سے

کوئی پانیوں میں کرے جستجو
کوئی خاک در خاک ہو ہو بہو

کوئی جسم تخ میں گلائے ہوئے
سمادھی ہے کوئی لگائے ہوئے

۱ شیون - جمع شان ۱۲

کسی کا اگن تاپ معمول ہے　　کوئی بت پرستی میں مشغول ہے
کوئی یگ و خیرات میں مستقل　　کتھا بارتا میں کوئی مشتغل
اسی کی طرف سب کا ہے مدعا　　پہ عاشق کو اس کے نہیں ہے فنا
مکیں اور مکاں جب بہم مل گئے　　غبار تعین نہ باقی رہے
ہر اک شے میں آئے وہی پھر نظر　　ہر اک چیز میں ہے وہی جلوہ گر
فنا سب کو ہے پر اسی کو بقا　　یہ سب اپنے۔ وہ سب میں جلوہ نما
جو یک رنگی اس کی ہو نور نظر　　تو ہر ایک میں ہے وہی جلوہ گر
ہر اک شے میں ہے اس کی جلوہ گری　　یہی کام جاں کی ہے فرخندگی
یہاں اپنی تکلیف پر بھی نہ مر[1]　　جو نیکی نہ ہو تو بدی بھی نہ کر
عمل سے تعلق ہے پرکرت کا　　پرکرت　　اگر پرگ سے ہے فارغ اس سے سدا
نگہ غور سے کرکے دیکھ اے عزیز　　کہ وحدت و کثرت میں ہی کیا تمیز
وہی ہے قدیم اس کو ہے کب فنا　　نہیں زندگانی بھی اس کے سوا
یہ آکاش ہر جا ہے لیکن وہ ایک　　ہے وہ ایک پر اس کے منظر انیک
ہر اک جا میں سورج کی ہے روشنی　　وہ شمع اور یہ جسم محفل یونہی
جو پرک اور مولا کو سمجھے جدا　　حقیقت سے وہ کب ہوا آشنا
نہ رکھ دل میں دنیا کی خود بینیاں　　بڑھیں اس سے ہرگونہ پابندیاں
زہے عام ہیں کس لئے یا بگل　　ملا ان سے کیونکر نہ وہ کام دل
اگر یہ سمجھ آگئی تو نجات　　وگرنہ گئی زندگی واہیات

[1] اپنی تکلیف اور آرام کا عاشق نہ ہو ۱۲

ادھیائے چودھواں[۱۴] ترگن سبھاگ

بتاتا ہوں اب ایک مشکل سی بات
نہیں اس سے بڑھ کر بڑی کوئی بات

سمجھ میں اگر تجھکو آئی یہ بات
ملی پھر ہماری طرح سے نجات

زمین و مکان و مکیں کائنات
بنائے ہیں جس نے سمات و جہات

برہم ہے یہ سب اسمیں ہوتا ہے من
جہاں من سے ہے یہ سمجھ تو سخن

ہوئے من سے یہ تین گن آشکار
ہوا تین گن سے زمن[۱] آشکار

ستوگن سے تسکین و آرام جان
صفا آئینہ وار و روشن زجان

یہی معرفت دانش و عقل دے
نجات اس میں آواگون سے ملے

رجوگن تمنا کو پیدا کرے
عمل اور فعلوں کا شیدا کرے

تموگن سے غفلت کا سامان ہو
کرے جاہل اور کاہل انسان کو

بڑھا جس میں جو گن وہی بن گیا
کھنچا اس میں نقشہ اسی رنگ کا

اگر ست ہے دل کی تسلی ہوئی
ملی رج سے اعمال میں کاملی

جہالت کے سامان تم سے ملیں
کہ جیسا ہے سر ویسے جوتے پڑیں

مرا اگر ستوگن میں پائی نجات
رجوگن سے نیکوں میں ہو واصلات[۲]

تموگن میں گر اس سے چھوٹا جہاں
ہوا شامل فرقۂ ابلہاں

ستوگن ملے کرے کردار نیک
کرے نیکی زمانہ کی ہے کار نیک

---

[۱] زمن - زمانہ - ۱۲ [۲] واصلات = ملاقاتیں - واخلے ۱۲

رجوگن سے ہوا امتحانِ عظیم
کرے بادشاہ اس پہ جورِ الیم

تموگن سے غفلت ہوا اور جاہلی
برہم سے رہے جہل و بیگانگی

ستوگن سے ہو عارفِ فلسفی
رجوگن سے مالش بنے ایلچی

تموگن سے دیوانگی پائے گا
ستوگن بلندی پہ لے جائے گا

رجوگن سے ہو محوِ حرص و ہوا
تموگن دکھاتا ہے تحت الثریٰ

میں ان سب سے بالا ہوں اے بیرِ جاں
نگہِ چشمِ بینا سے کر میری شناں

جو ہوتے ہیں نرگن سے عارف جدا
خدا کی قسم وہ تو ہیں خود خدا

کہا پھر یہ ارجن نے اے کامگار
رِکھی اور منی تجھ پہ پروانہ وار

جو نرگن سے دامن بچائے ہوئے
دل اپنا ہے تجھ پر لگائے ہوئے

نشان اس کا کیا ہے کہ پہچان لوں
بنوں داس اور اس کے درشن کرلوں

کہا جو کہ نرگن سے آزادہ ہے
ہر اک جلوہ پر میرے دلدادہ ہے

وہ مطلوب کے وصل میں شاد ہے
نہ حرماں سے مغموم و برباد ہے

محبت عداوت اسے ایک ہے
غم و رنج و راحت اسے ایک ہے

گنوں سے تغیر کو ہے مانتا
گدائی کبھی ہے کبھی ہے غنا

نہ ہو ان کی تحریک سے بیقرار
گنوں سے نہ عاشق کہ ہو اضطرار

نہ دنیا کے کاموں میں ہووے شکیب
مسافر ہو ہر وقت یا در رکیب

زر و سیم خاک آئے یکساں نظر
رہے خار گل برگ و نخل و ثمر

نہ استتسے شادماں نہ یاسِ غم — نہ خوش پریم سے نے ستم سے الم

ہر اک کا ہو ہمدرد اور بردبار — محبت شعار اور ہو حق گذار

نہ وہ غرقۂ کارِ دنیا رہے — تنفر رہے اس کو اس جیل سے

وہی شخص جگ بیچ گن آتیتہ ہے — یہی آدمی خوب پر تیت ہے

وہی یاد میں مستِ مے صبح و شام — سوا میرے اس کو نہیں کوئی کام

مرے جلوہ و شان کو دیکھنا — بصورت و معنیٔ ذاتِ خدا

مجھے دیکھ ہوں میں مجسم نجات — کہ اک ذات میں سینکڑوں ہیں صفات

مری کاملیت ہے عین الکمال — متینؔ دین ہوں قیمؔ و لازوال

جو خلوت سے جلوت میں لایا مجھے — وہ پھر اپنی خلوت میں لایا مجھے

پندرھواں ادھیائے پرکھوتم جوگ

عجائب شجر ہے درختِ جہاں — کہ شاخیں ادھر بیخ در آسماں

ورق بید کے ہیں مگر اسکے پات — پہ ہے بے ثبات اور یہی پُر ثبات

جو ہے ان کا علامہ اور راز داں — وہ ہے بید داں عالم اور بدھ واں

اسے دیکھ ہر سُو جہاں در جہاں — پراگندہ ہیں اس کی شاخیں یہاں

گنوں سے یہ شاخیں ہیں پھوٹی ہوئیں — ہوس آز و لالچ سے لٹکی ہوئیں

خبردار یہ بڑھ نہ جائے کہیں — جو بڑھنے دے اس کو وہ عارف نہیں

لہ متین۔ مضبوط ۱۲ لہ قیّم۔ قائم۔ ۱۲

حسوں کے خواص اس کے ہیں برگ و بار
ہوائے ہوس سے رہیں بیقرار

عمل اس کے ریشیوں سی باندھے ہوئے
یہ دنیا پہ نقشے ہیں آمال کے

سمجھنے کو ہر ایک پُر آرزو
پہ کھلتا نہیں مطلب گفتگو

کہ سرسبز ہوتا ہے وہ کس سبب
بہار اس کی کب ہو خزاں اسکی کب

ہے جڑ اس کی من سی بھی مضبوط تر
چلا اسپہ قطع اہل کا تبر

اگر کٹ گئی جڑ تو امکان ہے
پہنچنا وہاں جس کی یہ شان ہے

کہ خلوت گہِ خاص یزدان سے ہے
نہ آنکھ اس سے آگاہ نے کان ہے

جو ہے پاک دامن وہ جائے وہاں
کہ ہو بے ہوس بے گنہ مثل جاں

تکبر کا دامن ہٹائے ہوئے
تمنائے دل سب مٹائے ہوئے

عداوت کسی سے نہ الفت نہ پیار
بقا سمجھے از بہرِ پروردگار

کروں کیا بیان خلوتِ خاص کا
وہاں مہر و ماہ کا نہیں چاندنا

وہاں جو پہنچتا ہے پھرتا نہیں
وہاں کی خبر کوئی پاتا نہیں

مرا نور سے ہے منبع نورِ جاں
نہیں دور دل سے ہمارا امکان

ہوا جوں اٹھا لیتی ہے گستہ تاؤ
حواس اور دل سے ہی جاں کا لگاؤ

حواس اور دل جو کہ ہیں محوِ کار
بدن کے تعلق سے ہیں لیتے پیار

جو عاشق ہیں جاں کے انہیں ہی وقوف
گرفتارِ لذاتِ حس بے وقوف

تماشائے جاں کے ہیں نظارگی
نہ بلہا نہ بر لاف دیوانگی

یہ ہے صبح صادق کا دعوئ فروغ
لیا عاریت مجھ سے نور و فروغ

یہ سورج یہ چاند اور انجم تمام
مجھی سے ہے ان کا فروغ و نظام

زمین و زماں کا میں غمخوار ہوں ۔ ہر اک جیو کا باربردار ہوں
بنوں چاند پالوں نباتات کو ۔ بنوں آگ کھالوں نباتات کو
فراموشی و یادِ عالم میں ہوں ۔ خوشی بھی میں ہوں اور ماتم میں ہوں
مراد اور مقصود میں بید کا ۔ نتیجہ ہر اک یاس و امید کا
یہ ہیں بید میرے بنائے ہوئے ۔ مرا آستاں ہے فلک سے پرے
وجود و عدم کا یہاں نام ہے ۔ مسلسل چو زلفِ دلآرام ہے
فنا سب کو ہے پر ہی عارف بچا ۔ ابد تک وہ جیتا رہے با خدا
اجڑ جیو ہے جڑ ہے فانی سریر ۔ خدا ہے کریم و عظیم و کبیر
(اجڑ جڑ)
جہاں میں اسی سے یہ سب روشنی ۔ جہاں ضیف وہ میزبانِ غنی
ہوا ذات کا اپنی جب آشنا ۔ رہے اس سے پیچھے فنا و بقا
سمجھ کر کہ میں کون سی چیز ہوں ۔ یہ جاں پہ ہے کیوں تن کی قید ہوں
اسی گیان سے پرک اتم بنا ۔ تو معبود و مسجودِ عالم بنا
نہیں میرا عارف خرِ پا بگِل ۔ اِسی سے ہے میری یاد آرامِ دل
بتائے ہیں سب تجھ کو رازِ نہاں ۔ تجمّل کیا اپنا تجھ پر عیاں
سمجھ بوجھ کر اب خبردار ہو ۔ نہ سو جاگ ہشیار بیدار ہو
جو سمجھا تو اس کو مکت مل گئی ۔ نہیں تو ہے بیسود محنت کتنی

سولھواں ادھیائے دیو واسپر سنت

یہ چھبیس باتوں پہ جب دل لگا ۔ نہیں آدمی وہ تو ہے دیوتا

صفائے دل اور بے خطر زندگی — نیاز اور تضرع سے ہو زندگی

تن و جان کی فکر میں کاٹنا — تعشق میں خون جگر چاٹنا

جو ہو پاس دنیا براہ خدا — رہے فیض کا باب ہر دم کھلا

حواس اپنے قابو میں رکھے مدام — رہے موت پیشِ نظر صبح و شام

دل و جان سے یکسرے کاربند — انیسِ غمخوار جہاں سدِّ راہِ گزند

عمل علم پر دل لگائے ہوئے — نکست پر نظر کو جمائے ہوئے

کرے زہد میں جہد بجائے خاک — جگر خون ہو سینہ ہو چاک چاک

بنے صادق القول اور کم سخن — نہ بے فائدہ ہرزہ ہر دم سخن

نہ آئے غضب غیظ میں زینہار — نہ قہر اس کی عادت نہ ایذائے کار

قناعت میں ہر وقت آسودہ حال — نہ آئینۂ دل پہ زنگِ ملال

سخی و کرم پیشہ رہنا سدا — جو کچھ ہاتھ میں آئے دے ڈالنا

ہمیشہ رہے نرم دل خوش مزاج — حسوں کو نہ لذات کی احتیاج

بڑے کام سے رکھیں ہر دم حیا — رکھیں نرم دل مستقل اور بجا

بچیں فعل ناکردنی سے مدام — نہ ہرگز کریں ناپسندیدہ کام

جو سختی پڑے تو بنیں بردبار — مجسم معافی تامل سے کار

دل و جسم کو پاک رکھے مدام — حسد اور کینہ نہ ہو ان کا کام

نہایت فروتن رہیں خاکسار — یہ ہے راہ جنت کی اے کامگار

یہ چھ شخص بدکار ہیں بدخصال — نجات ان کی ہونا ہے از بس محال

ریاکار - خود بیں - ستمگار شوم — سیہ دل - خود آرا - ظلوم و جہول

جو ہیں نیک ملتی ہے ان کو نجات
شیاطین صفت باطل و واہیات

جو غافل رہے غرق دریا بھی
ملے اس کو کس طرح خوش سیرتی

زمانہ میں ہیں لوگ دو قسم کے
مرے ماننے والے منکر مرے

یہ پہلے تو از بس سیہ کار ہیں
کہ بیدوں کے قائل نہ دیندار ہیں

خدا منکر اس بات کے مدعی
زنا شوئی خلقت کا باعث ہوئی

خدا پر نہیں ان کا کچھ اعتقاد
کہ برباد ہو جائیں یہ نامراد

ستمگر سیہ دل جفا کار ہیں
شریر اور باطل پرستار ہیں

یہ سب تابع آرزوہائے دل
جہالت بطالت میں چو خر بگل

تکبر میں مست اور سراپا غرور
رہِ حق سے ہیں سینکڑوں کوس دور

تغافل کی مستی میں ہے بیخودی
رضا ان کو مطلوب شیطان کی

شب و روز بدکاریوں پر تلے
گلے میں رسن طول آمال کے

ہوا و ہوس میں یہ رہتے ہیں شاد
دغاباز جھوٹے مجسم فساد

گرفتارِ زندانِ غفلت تمام
تمنائے عیش و مسرت تمام

وہ سب بارِ عصیاں اٹھائے ہوئے
زر و سیم میں دل لگائے ہوئے

ہر اک سر میں شر کا ہی مادہ غضب
نہیں ان کے نزدیک کوئی بھی رب

وہ کہتے ہیں ہم فعل مختار ہیں
ہمیں قاتل اور ہم جفاکار ہیں

جسے چاہیں ماریں کوئی غم نہیں
ہماری جراحت کا مرہم نہیں

نہیں کوئی دنیا میں اپنے سوا
یہ فہمیدہ باطل کا ہے مدعا

ملا آج یہ اور یہ کل آئے گا
ہمیں عارف و کامل و داد گر
مرے سب مہیا ہمارے لئے
نہیں دوسرا کوئی بھی ارجمند
شریف النسب ہم۔ عدیم المثال
یہ ہیں قید زنجیر حرص و ہوا
غلط ان کی رائے ہے ظالم شقی
انہیں ہے غرض اپنی دولت پہ ناز
نصیحت بزرگوں کی سنتے ہیں کم
ریاکار مکار اور خودستا
پیار اور سے۔ مجھ سے نفرت کریں
اٹھیں جب ریاکار یگ کے لئے
بھلا مر تو لیں۔ ان کا آواگون
جہنم میں جانے کے اے بے خبر
خبردار اس راہ کو چھوڑ دے
مکت ہے اگر تجھ کو مد نظر
خلاف بزرگان نہ کر زینہار

خزانہ اسی طرح بن جائے گا
ہمیں حاکم و جابر و زور ور
غرض دین و دنیا ہمارے لئے
سوا اپنے کیوں اور ہوں شادمند
سوا اپنے کس کو ہے کوئی کمال
گرفتار دام گناہ و بلا
مریں گے تو بن جائیں گے دو جی
یہ کج فہمیوں سے نہ آئیں گے باز
خمار ان کا ہے جوش میں دمبدم
بڑے خود غرض اہل جور و جفا
جہالت سے بھی بڑھ کے نفرت کریں
کریں ذبح جاندار یگ کے لئے
سگ و خوک اور خر ہیں ہوئے سخن
طمع۔ خشم و شہوت یہ ہیں تین در
نہ برعکس تو کیجیو بید سے
تو کر جو کہیں بید اور شاستر
مکت کا ہے اپنے ہی دیں پر مدار

سترھواں ادھیائے تری بھاگ

کہا پھر یہ ارجن نے اے رازداں
تو کر مجھ پہ احوال ان کا عیاں

کہ اللہ سے ہووے ان کو پیام
پہ بیدوں سے بر عکس ہوان کی کلام

وہ تر گن سے کس گن کے پابند ہیں
تعصبیت سے آزاد پابند ہیں

کہا تین آئیں ارادت کے ہیں
کہ لوگ اپنی اپنی طبیعت کے ہیں

ہر اک شخص کا مثل کوزہ ہے دل
جو اس میں ہے رستار ہے متصل

فرشتہ صفت لوگ ہیں ستگنی
دل ان کا ہے صدق و صفا میں غنی

ستگنی

شیاطین صفت تم میں ہیں منتظم
نتیجہ ہے تم کے تعلق کا غم

تمگنی

بھلاتا ہے جو اپنا آئین و کیش
ریاضت میں لیکن رہے سینہ ریش

رجگنی

ریاکار کے دل میں ہو آرزو
کہ لوگ اس کو مانیں رکھی نیکخو

وہ جاہل ہے ناحق ہی پابندِ غم
بطالت سے کرتا ہے جاں پر ستم

پرستار ہے یہ تو شیطان کا
مجسم ہے از مکر و ریو و ریا

مجھے بھی کہ ہوں جانِ خلقِ خدا
پہنچتی ہے تکلیف ان سے سدا

غذا ۔ زہد ۔ یگ اور سخاوت کرم
سہ گونہ ہیں تر گن صفت منقسم

غذا

غذائے پسندیدہ و خوشگوار
ہمیشہ رکھیں اہل ست گن بکار

ترش اور تیز اور نمکین و گرم
مضرّ اور رماس اور تلخ اور نرم

یہ ایسی غذائیں جو ہیں ناگوار ‏ ‏ کریں رجگنی لوگ سب اختیار

بہت شور سرد اور باسی طعام ‏ ‏ وہ کھاتے ہیں جو تم طبیعت میں خام

یگ

نتیجہ یگوں کا نہ محبوب ہو ‏ ‏ یہ سکار اہلِ ست گن کو مرغوب ہو

نتیجہ کا خواہاں رہے راجسی ‏ ‏ خلافِ کتب طاعتِ تامسی

عبادات

وظائف میں اور اور خیرات میں ‏ ‏ خدا پر تمام اپنی نشٹھا رکھیں

عبادت سیکھی

عبادت بدن کی ہے عجز و نیاز ‏ ‏ رہے ناقص افعال سے احتراز

کرے دیوتا کی سدا بندگی ‏ ‏ پدر رکھشی و پیر و استاد کی

پوتر رہے اور جتی اور ستی ‏ ‏ نہ جلدی کرے بندگی میں کبھی

وظائف میں ہو یہ حضور و سرور ‏ ‏ زباں دل کی ہو ترجماں بے قصور

خوش آہنگی اور ان میں آہستگی ‏ ‏ بنے باعثِ لطف و دل بستگی

کرے ایسا اپدیش مقدور بھر ‏ ‏ نہ ہو کوئی ناشاد و خستہ جگر

کہ کرتا ہے ہر شخص روشن ضمیر ‏ ‏ سخن راست شیریں تر و دلپذیر

پڑھائے کرے ذکرِ پروردگار ‏ ‏ شب و روز صدق و صفائی شعار

عبادت میں حاصل رہے دلخوشی ‏ ‏ نہ ہو پُر غضب عادی لے خامشی

رکھے صاف دل کو ہر آہنگ میں ‏ ‏ صفا دل رہے سب سے ہر رنگ میں

رکھے دل کو مانند آئینہ صاف ‏ ‏ ہر اک سے ملے بے ریا سینہ صاف

غرض اور طلب سے نہ ہو مدعا ‏ ‏ کرے ہرسہ[۱] طاعت بلا اشتہا

یہ ہے اہلِ ست گن کا آئین و کیش ‏ ‏ تمنا سے ہوتا نہیں سینہ ریش

[۱] ہرسہ ۔ اطاعت ۔ خیرات ۔ زہد ۔ یگ ۔ اور اشتہا ۔ خواہش ۔ ۱۲

اگر ہے غرض یا کوئی آرزو — یہ ہے راجسی کی عبادت میں خو
(راجسی عبادت)

اگر ہووے مطلوبِ آزارِ جان — یہ ہیں تامسی کی ہوس راتیاں
(تامسی عبادت)

سخا و کرم ہے بہت خوشنما — یہ ہے خوش ترین نغل ہو گر بجا
(سخاوت و ساتگی)

کریم اور زر بخش ہے ساتگی — جو ہے مزد ہے اور ہے لٹھی نفع
(سخاوت راجسی)

ریا، مزد، و خواہش ہیں دے راجسی — کہ ہے آرزو شہرت و نام کی
(سخاوت تامسی)

خلافِ کتاب اور حکمِ خدا — کرے تامسی مال ضائع سدا

پیدائش

ہوا ایک[1] سے تین، تین ایک[2] لاکھ
اسی تین پر سارے عالم کی ساکھ

برہما زمیں آگ اور بید چار — الف سے ہوئے اوم کے آشکار
(الف)

یہ سب انترکھ، ججر، بشن و ہوا — بنے حرفِ ثانی سے المدعا
(د)

مہادیو و خورشید و چرخ بریں — اکھروں دگر سام بیدِ گزین
(م)

یہ ہے تیسرے حرف کا سب ظہور — یہ سب اوم کا ہے زمانہ میں نور
[illegible]

ہوا حرف اول کا جب رنگ زرد — اسی سے بنا رجگن اے نیکمرد

جو حرفِ دوم ہے برنگ سفید — بنا اس پہ ستگن کی ہے ای رشید

سوم حرف دیکھو برنگ سیاہ — تموگن بنا اس سے بے اشتباہ

الف کی ہے تاثیر سوزندہ نار — ہوئی واو ہے ماہ سے آشکار

ہوئی میم سورج کی تاثیر سے — بہت کام اس سے نمایاں ہوئے

[1] خدا کے واسطے ۱۲۰ [2] ایک — اوم دخدا اور تین — الف و میم اور برہما — بشن — مہیش ۱۲۰ [3] ایک لاکھ — بکثرت ۱۲۰

بنی ان کی ترکیب سے کائنات
یہ دنیا صفات اور وہ عینِ ذات

یہی اسمِ اعظم یہ ہے اسمِ ذات
ہر اک حرف میں ان گنت ہیں صفات

ہر اک کام کو اس سے آغاز کر
کہ ذاکر کا دربارِ حق ہے مقر[له]

نہ انکار مولا پہ رہیو مُصِرّ
کہ انکارِ حق سے ہے نہایت مضر

یہی ہے سلوکِ رہِ مستقیم
بجز اس کے ہے خوفِ جانِ الیم

اٹھارھواں ادھیائے سنیاس جوگ

یہ کی عرض اے راز دارِ جہاں
تو کر تیاگ و سنیاس مجھ پر عیاں

تمنا مرے دل کی ہے بیشتر
مرا شوق سے جل رہا ہے جگر

سنیاس

کہا ترک کر تو ہر اک آرزو
رہو محو ہر وقت دریائے ہو

تیاگ

یہ سنیاس ہے تیاگ ترکِ عمل
نہ خلوت نہ عزلت میں آئے خلل

مگر سانکھ کا یہ بھی ہے مدعا
اہنسا پہ پابند ہوتا سدا

یہ ترکِ فرائض ہے ذنبِ عظیم
یہ ہے ہم پہ فرض خدائے علیم

مرے خیال میں ترک ہی نہیں کام
اسی پر مرے کام کا ہے نظام

نہ کرنا گناہ اور کرنا صواب
مگر ہو جو بے آرزو بے ثواب

سنیاگ میں رکھے تشاغل تمام
کہ لیں فیض اس سے رکھی یاد عوام

له مقر - جگہ - جائے قرار - ۱۲

جو غفلت سے ہو جائیں یہ ترک کام
تو یہ تامسی خو ہے۔ اور بد نظام

کرے ترک جو خوفِ محنت سے کام
نہ پائے کبھی وہ مراد اور کام

یہی راجسی ترک ہے نکتہ داں
کہ اس میں بھی تارک کو ہوگا زیاں

کرے کام اجرت کی خواہش نہ ہو
ریا سے ہو نفرت نمایش نہ ہو

یہی ترک خواہش تو ہے ساتگی
رہِ نیک ہے جادۂ ستقی

نہ ہو نیک و بد سے کوئی واسطا
وہی مرد صالح ہے اور پارسا

کوئی ہے جو دنیا میں مرتا نہیں؟
وہ ہے کون جو کام کرتا نہیں؟

پہ اپنے لیئے کام جاہل کے ہوں
خدا کے لیئے کام عاقل کے ہوں

سہ گونہ ہیں اعمال اے پُر خرد
بد و نیک۔ با نیک۔ یا کار بد

جہنم بدی سے ملے اور ممات
ملے نیکیوں سے بہشت اور نجات

گناہوں سے ہوتا ہے آواگون
نہ ئے اور ناقص دلائے بدن

ذرا غور افعالِ دنیا میں کر
کہ ہیں پانچ باعث سرانجام گر

حواس و تن و جہد و تقدیر و جائے
انہیں سے ہیں افعال ہر یک زماں

تن و دل زبان کے ہیں جتنے امور
انہیں پر ہیں موقوف ایجاد شعور

کوئی کام ہاتھوں سے ہوتا نہیں
کرائے نہ گر خالق العالمین

جو سمجھے کہ ہے میری کاریگری
جہالت ہے غفلت ہی اور بد تری

خودی چھوڑ کھول آنکھ دل کی ذرا
ہر اک برگ ہے باغ عرفان کا

پہنچ کر یہاں قتل بھی ہے معاف
یہاں ہے نہیں دخل پند اور لاف

ہر اک فعل میں حکم ہیں اے متین
علیم اور ادراک و علت یہ تین

مگر پھر بھی قدرت کی نیرنگیاں
رکھیں اس پہ ترگن کی پابندیاں

ساتگی
جسے آئے ہر جا پہ مول نظر
حقیقت کی آنکھیں رکھے کھولکر

یہ ہے ساتگی خقیقت سرشت
ہر اک کس طرح ہو سکے سمدرشت

راجسی
مگر راجسی دیکھے ہر جا خدا
پہ ہر رنگ میں شان دیکھے جدا

مگر تامسی اس کی پوجا کرے
نہ جاندار کی کچھ بھی رچھیا کرے

جو واجب ہے کرتا رہے صبح و شام
نہایت کرے جہد کوشش تمام

کسی سے نہ ہو دوستی دشمنی
کرے کام جو بیسے ہے ساتگی

عمل سے جو مقصود ہو کام دل
غرض بندگی سے ہو آرام دل

کرے کام جانے کہ میں نے کیا
یہ ہے راجسی خود غرض کم ذکا

جو غافل ہے جاہل ہے بے اختیار
نہ زنہار سمجھے سرانجام کار

خلائق کی ایذا کا ہر دم خیال
یہ ہے تامسی مردم بے کمال

نہ اعمال سے چاہے زنہار پھل
نہ اترائے زنہار کر کے عمل

رہے صابر و شاکر و بے ریا
کرے رنج و محنت برائے خدا

نہ پھولے جو ہو جائے مطلب حصول
نہ ہو یاس مطلب پہ ہرگز ملول

نہ نام ماترا سمیں ما و منی
یہی مردم نیک ہے ستگنی

حصول مطالب پہ کرتا ہے کار
غرض کے لئے ہے زمانہ کا یار

کبھی طالب مال و فرزند ہو
کبھی سائل جاہ و دلبند ہو

مرادوں کا جویا ہو ہر رنگ میں
الاپے سُر اپنی ہر آہنگ میں

جو مطلب ملا ہے تو شاداں ہوا
نہیں لجۂ غم میں ڈوبا رہا

ہمیشہ رکھے پاک پوشاک و تن
رہے دامن آلودۂ ما و من

ہر اک بات میں کچھ نہ کچھ ہو وہ کام
کرے تیغ مطلوب سے قتل عام

بڑا خود غرض نام کا شفقی
ریاکار ہے خود نما راجسی

بد و نیک سے اپنے ہے بے خبر
یہ جانے کہ ہم ہیں خبردار تر

کمینہ ہووے نہ بڑا ہرزہ کار
جفاکار و کذّاب و بطلاں شعار

ریاکار و کاہل شرارت سرشت
نہ ہو اس سے سرزد بجز کار زشت

عزیزوں کی ہر دم اہانت کرے
رذیلوں کی یاری اعانت کرے

زبوں طاقتوں سے ہو زور آزما
فزوں حد سے ہو ناکس و بیحیا

خرد سے نہ ہو اس کو کچھ آگہی
سمجھ ایسے مردود کو تامسی

تحمل بھی ہرگز نہ ہے زیر کار
خرد بھی اسی طرح اے ہوشیار

تمیز بد و نیک۔ دھرم وادھرم
ڈرے قہر مولا سے خلقت سے شرم

تمیز رہ و رسم و آئیں رہے
شناسائے ملت و دیں رہے

سر انجام ہر کار پہ ہو علیم
سمجھ جائے مفہوم امید و بیم

نہ ہو کوئی قید اور آزردگی
نہ افتادگی ہو نہ افسردگی

سمجھ کر حقیقت چھپاتے ہیں راز
یہ ہیں ساتگی صاحبان نیاز

نہ جو حق کو جانیں کما ینبغی
یہ ہے خاصۂ دانش راجسی

یہ سالک کرے تامسی برخلاف
سر قلعی پہ نقرہ شناسی کی لاف

کئے جس نے مغلوب آز و ہوس
برابر ہے اس کو امید اور یاس

رہے پاس انفاس میں وہ مدام
رہے ذاکر نام ربّ الانام

نہ ہو خواہش و آرزو کا غلام
خوشا حال جس کی ہے یہ زندگی
حفاظت کرے دین و مقصود کی
تحمل جو یہ ہو تو ہے راجسی
سو غفلت کی خواب گراں میں رہے
رہے مست و غافل نکمّا مدام
یہ راحت بھی نرگن پہ ہے منحصر
جو بعد از ریاضت کے راحت ملے
اگرچہ وہ ہے ابتدا میں تو زہر
لگائے اگر دل ادھر آدمی
نجات اور مکت سی ہو جان کو خوشی
دوم لذّتِ حس ہے اینچوش گھر
یہ ہے آب حیواں کی اول میں لہر
یہ راحت نہیں ہے حقیقی خوشی
وہ آرام ہو جس کی سُست ابتدا
تموگن کے مانند یہ کام ہے
جہاں میں نہیں ہے کوئی آدمی
جو ترگن سے مطلق رہے برکراں
ہوا ہے یہ چاروں برن پر محیط

دل اپنا رکھے ہاتھ میں مستدام
یہ ہے کار متحمل ساتگی
رہے نام و عزت کی شادی غمی
جو بدتر ہے اس سے وہ ہے تامسی
جہالت سے دائم زیاں میں رہے
سحر کو کرے باطل اندیشہ شام
کہ ہے راحت افزائے جان و جگر
کہ ہر دو جہاں سے فراغت رہے
یہ ہے آب حیواں کی آخر کو لہر
تو ہو آخرش واصل خرّمی
یہ سچی خوشی ہے خوشی ساتگی
اگر آئے مس پہ تو کر دیوے زر
پہ آخر میں ہوتی ہے مانند زہر
یہ نامستقل عیش ہے راجسی
تغافل سے ہو ممتزج انتہا
یہ آغاز ہے ناقص انجام ہے
فرشتہ نہ شیطاں نہ جن و پری
اگر ہے وہ ہے خالق دو جہاں
اسی طرح ہے منقسم نے بسیط

برہمن ستوگن ہے زاہد حلیم
بڑا راستباز اور عالم فہیم

خوش اور دل پر وہ قابو رکھے
بڑا منکسر پاک باطن رہے

ہامن کا ماہر بڑا دیندار
ریاضت میں اور ویدیں پختہ کار

ست و رج سے آمیختہ چھتری
شجاع مستقل صاحب زیرکی

مجاہد۔ مخیر۔ عظیم الوقار
ہر اک فاضلہ علم میں ہوشیار

ہر اک کا ہو ہمدرد بادین و داد
حلیم و ذکی اور صاحب سداد

بعلم الیقین و بعین الیقین
مقام اس کا ہو شاستر و بید دین

تم و رج پہ دیشوں کی ہے آن بان
مزارع ہو تاجر ہو یا ہو شبان

پہ تمگن ہے بیچارے شودر کا کام
کرے کام خدمت کا ہر صبح و شام

تو جس کا برن پر ہے اپنے قیام
رہے خوش دل اور کام میں مستدام

ہر اک جائے ہے نور حق جلوہ گر
چمکتا ہے یہ نور ہر ایک پر

جو رکھتا ہے ہر وقت اس کا خیال
فرائض میں کرتا ہے حاصل کمال

مقاصد میں ہو اس کو بہرہ وری
تناسخ سے حاصل ہو پھر مخلصی

مرو دھرم پر برن میں شاد کام
نہ دو اونٹ کے منہ میں خر کی لگام

بنایا ہے جو تم کو مولا نے بن
یہی راہ ہے نیک اے گلبدن

اگرچہ ہے بے عیب تر ایک کام
جو تیرا نہیں تو نہ لے اس کا نام

نہ عیب دخاں گرچہ ہے آگ میں
یہ چھوڑ آگ ہرگز نہ اس لاگ میں

کرے کام رکھے نہ اجرت کا خیال
غرورت کا سر پر نہ آئے وبال

نہ اپنی خرد پر رکھے اعتماد
ملے گا اسے کام دل اور مراد

نہ جانے کہ میں نے کہا ہے یہ کام ۔۔۔ تو پھر ہے حصولِ مرادِ دوام

کرے جو وہ مولا کی خاطر کرے ۔۔۔ غلام اس کو مولائے اکبر کرے

یہاں سے ہے وصلِ خدائے کریم ۔۔۔ کرے رحمت اس پر عزیز الرحیم

خلاصہ

کرے ترک لذاتِ جسمی تمام ۔۔۔ رہے دل تہِ دانشِ نیک نام

نہ دشمن کسی کا نہ ہووے قرین ۔۔۔ غذا کم رکھے اور ہو گوشہ نشین

زبان و دل و دین بچائے رکھے ۔۔۔ خدا کی طرف دل لگائے رکھے

خودی و غضب دل میں آنے نہ دے ۔۔۔ ہوا و ہوس کا مخالف رہے

نہ اولاد و ازواج سے ہو پیار ۔۔۔ نہ جمع زر و مال کا اختیار

جو یہ وصف ہو جائے انسان کی ۔۔۔ تو کثرت سے ملے گی اسے خرمی

رہے محوِ مولا میں خوش دل رہے ۔۔۔ سدا اپنے پیارے سے واصل رہے

کرے دین و دنیا سے دل کو حجاب ۔۔۔ تمنا سے خالی ہو مقصد ہو آپ

برابر ہیں اس کے لئے مور و فیل ۔۔۔ یہی اس کی ہے معرفت کی دلیل

وہ مجھ میں ملے جو کہ مجھ سا بنے ۔۔۔ ہر آشنا بن کے مولا بنے

بھروسا رکھے مجھ پہ ہر کام میں ۔۔۔ غنی رہو ہر اک مقصد او کام میں

ہر اک کام مجھ پہ رکھے منحصر ۔۔۔ کسی نیک و بد میں نہ دیکھے ضرر

بنے عقل جس شخص کی رہنما ۔۔۔ دل اس نے مرے نام پہ دیدیا

نہ ہے خوف اس پہ کوئی نہ الم   نہیں مالِ دنیا کی کاہش کا غم

مری یاد میں اس طرح پر مٹا   کہ دنیا کا دل سے اٹھا تذکرا

خودی میں اگر رہ گیا پا بگل   بہت دور ہے منزلِ کامِ دل

رجوع بغرض

نہ کر جنگ کورو سے ارجن گریز   مقدر ہے یہ جنگ و رزم و ستیز

مجسم شجاعت ہے واللہ تو   شرافت نجابت ترا رنگ و بو

ترے سر پہ ہے تاج مردانگی   نہ کر گفتگو ہائے دیوانگی

تو ہے چھتری ہے ترا کام جنگ   ترے جان و دل کا ہے آرام جنگ

کوئی حکم داور سے باہر نہیں   ہر اک دل مکاں میرا صاحب مکیں[۱]

سرِ عاشقاں اس پہ قربان ہیں   زمین و زمان زیر فرمان ہیں

جو ہے کام مولا کی قدرت سے ہے   یہ جو کچھ ہے داتا کی حکمت سے ہے

کسی کو نہ اسرار سے آگہی   نہ آغاز و انجام سے واقفی

یہ سب کچھ مشیت ہے اے راز جو   مرے تیرے کرنے سے کچھ بھی نہ ہو

خدا کی پنہ ہے رہِ مستقیم   کرم اس کا ہے کام وہ ہے کریم

اسیر اور آزاد اس کا بنے   دل و گوش و چشم اسکی جانب ہے

کرو اس کی پوجا رکھو اس کو یاد   تصور میں وہ دین و دل کی مراد

۱؎ صاحب مکیں - خدا ۱۲

یہی معرفت اور حقیقت کا راز ۔۔ یہاں کیش و آئین کا لے چھوڑ ساز
ہر اک غم کرے دور تیرا خدا ۔۔ ہر اک بند سے تجھکو کر دے رہا
مری بات سُن اور بن میرا یار ۔۔ تو مخلص ہے اور ہے مرا رازدار
مری کر عبادت تو ہر صبح و شام ۔۔ مجھے سجدے کر با نیازِ تمام
لگا دل کو مجھ سے نہ جا سوئے غیر ۔۔ مجھے چھوڑ کر دیکھ مت روئے غیر
مجھے یاد کرتا کہ پائے مجھے ۔۔ مرا نور پُرنور کر دے تجھے
مرا عہد ہے تو ملے گا مجھے ۔۔ ترا یار ہوں دونگا موکش تجھے
رہ و رسم آئین و دین چھوڑ کر ۔۔ پیار اور اخلاص تو مجھ سے کر
نہ کر فکر حامی تمہارا میں ہوں ۔۔ عزیز اور ہادی تمہارا میں ہوں

بتانا نہ منکر کو باتیں مری
مگر معتقد کو سُنانا سبھی

نہ جاہل نہ منکر نہ غافل سے کہہ ۔۔ نہ ناحق شناس اور نہ کاہل ہی کہہ
مخاطب ہے گر معتقد اور مرید ۔۔ تو ہو واصلِ نورِ ربِّ مجید
نہ مجھ سے بڑا کوئی ان کا عزیز ۔۔ نہ ان سے فزوں کوئی میرا عزیز
وہ طالب ہیں اور ان کا مطلوب میں ۔۔ وہ میرے حبیب ان کا محبوب میں
سنی جس نے گیتا بصدق و نیاز ۔۔ وہ آیا بمنزلگہِ قدس و ناز
سنی تو نے یہ گیان کی گفتگو ۔۔ ہوا ہے جہالت سے آزاد تو

کہا کرشن تیری ہدایات سے
تغافل کے پردے ہیں دل سے اٹھے

ہوئی معرفت آپ کی ایحضور — ہوئے ریب و شک میرے خاطر سے دور
کمربستہ خدمت میں استادہ ہوں — بہ تعمیل ارشاد آمادہ ہوں

خاتمہ کتاب

سنی جب کہ سنجے نے یہ گفتگو — ہوئی کرشن و ارجن میں جو ہو بہو
کھڑے ہو گئے رونگٹے جسم پر — نہ کچھ رہ گئی جان و تن کی خبر
دھرت راشٹر کو کہا ایجناب — کرشنا زمانہ کا ہے انتخاب
نہاں تھے جو گنجینہ ہائے گیان — دیئے اس نے ارجن کو اے مہربان
سنی تھی کہ جو بیاس سے گفتگو — مجھے یاد آتی ہے سب ہو بہو
اس اپدیش سے میری حیرت بڑھی — مجھے شادمانی و فرحت ہوئی
شہا جو جمال اس کا آیا نظر — بھرا نور حیرت سے دل اور جگر
سری کرشنا ہے صاحب علوم و کمال — تو ارجن ہے مولائے فرخندہ فال
یہ دونوں ہوں جس کے معین اور یار — بڑھے اس کا سب عزت و افتخار
جمائیں شجاعت پہ پاؤں اگر — کریں کوہ آہن کو زیر و زبر
گڑے فتح و نصرت کا اسکا علم — رہیں گے نہ آثار جور و ستم

تمام شد

محمد منیر قریشی الصدیقی — نارہ و وال ۱۲/۲۸ ۳

خاتمۃ الکتاب

کتاب ختم ہوگئی ہے۔ مگر دل کو ابھی اور شوق ہے اور آنکھیں
اشتیاق میں کھلی ہیں۔ خواہش کو اور بھی پیاس ہے۔ معترض اور نکتہ
چین ہزاروں ژاژ خائیاں اور ہرزہ سرائیاں کریں۔ مگر غور کریں اور
دیکھیں کہ اصلی مقصود اور علت غائی اس کی تصنیف کی کیا ہے۔

در صورت عجیبت عیب دگر نباشد   جز آنکہ نیست عیبے در صورت عجیبت

دشمنانِ دین و انصاف کا استیصال اور اہل فساد و بغی کا قلع قمع
جہان سے ضروری ہے۔ اس جہاد میں سر دینا آب حیات پینا ہے
اور مرنا فتح ہے۔ اور یہی دینداری ہے۔ جسم ایک شہر ہے۔ کام۔
کرودھ۔ لوبھ۔ موہ۔ ہنکار اس میں فسادی اور اہل بغاوت ہیں یہی
نفس کے پانچ تت ہیں۔ ان کی فنا معرفت کی معراج کا پہلا زینہ ہے
معرفت اور گیان یہ ہے کہ دل پر ان کا نشان اور جسم میں ان کا نام
نہ رہے۔

یادِ الٰہی میں ہر وقت محویت رہے۔ "حواس اور آرزو ہائے دل
فنا ہو جاویں" اگر یہ نہیں تو یہ محویت اور معرفت ریا ہے۔ اور عشق فسق ہے

سرد عشق بو الہوس راندہند   سوز دل پروانہ مگس راندہند
عمرے باید کہ یار آید بکنار   ایں دولت سرمد ہمہ کس راندہند

پاس انفاس اور حبسِ دم کر کے روح کے دشمنوں کو نیست کرے۔
نہ دنیا سے ناراض۔ اور اس سنت سے خوش نہ ہو۔ اور ہمیشہ کوشش کئے
جاؤ۔ کہ مرحلہ طے ہو جائے۔ دم نزع بھی یہ مرحلہ طے ہو جاوے تو نجات
ہے۔ ورنہ ہوس کے ساتھ نجات محال ہے۔ توبہ اور انابت بڑا
عجیب طریق اور صراط المستقیم ہے۔

توبہ این نیست کہ ہم تائب تقوی باشی
توبہ این نیست گر از مے نکنی تازہ بہی
بلکہ از قعر ثرے تا بہ ثریا باشی
توبہ بکنی تو گر از جنت و فردوس قصور

ہر ایک کام خدا کے حکم سے ہوتا ہے انسان بالکل بے اختیار ہے۔ اپنی
خواہش اور ارادوں کو دخل نہ دو۔ اور ہمیشہ اس سے لو لگاؤ جس کی
حکمت اور قدرت کا چراغ تمہاری زندگی کے ذرہ کا آفتاب ہے۔

زبد بختی و نیک بختی قلم
بگرد دید و ماہمچناں در شکم

دنیا ایک جال ہے۔ اس کی نیرنگیوں اور دلاویزیوں میں مبتلا ہو کر
انسانیت کے اصل منشا کو جس نے ضائع کر دیا وہ خسر الدنیا والآخرۃ ہوا۔
انسان ہے کیا۔ ایک مشین ہے۔ اگر صانع کے حسب منشاء
اس کے پرزے کام کریں تو ٹھیک ہے ورنہ مشین مشین نہیں۔
اور آج نہ سہی تو کل ضرور برباد ہو جاوے گی۔

دنیا دامیست آرزو دانہ وے
زنہار کہ باشی سیر دیوانہ وے
منقار زدی صاف گرفتار شدی
پوسیدہ نظام گشت و ویرانہ وے

قطعۂ تاریخ

مرحبا اے شوقِ ادراکِ معارف مرحبا
حبذا اے آمد و فتح لطفِ معنے گستری

مدتے ماندیم در بحرِ تجسس غوطہ زن
تا بکف آریم دُرے رشکِ کانِ جوہری

مدتے بودیم کچکولِ گدائی زیبِ دوش
بو کہ مے یابیم خیرے از حضورِ برتری

مدتے ماندیم در کنجِ تحیر منزوی
تا کہ بینیم صورتے از صورتِ خوش منظری

یافتیم آخر ہماں چیزیکہ مے جستیم ما
دستِ ما بود آخرِ کارم بدامانِ پری

این کتابِ معرفت این نسخۂ عرفانِ حق
جانِ ما جانِ شمائل لبِ لبابِ بہتری

از برائے ترجمہ بستیم نگارِ صد قلم
بو کہ یابد لوحِ مس تہنیت با نگندی

بود راہِ سنگلاخ و کارِ مشکل بود سخت
کرد فضلِ ایزدِ منان ما را یاوری

این نمیگویم کہ من این ارمغاں آوردہ ام
رشکِ فردوسی شدم یا ہمعنانِ عنصری

صد غلط کاری و نقص آوردہ ام پیشِ نگاہ
گر قبول افتد زہے عزت زہے نام آوری

بو کہ اولادِ معانی در جہاں نام آورند
گر چنین باشد زہے قسمت زہی بختاوری

نقص گر بینی بکن اصلاح یا عیبے بپوش
چون سفیہاں کے روا مے باشدت پردہ دری

گر بود گل جواہر بہرِ اصحابِ نظر
مایۂ صد ناز باشد این متاعِ سرسری

ہر چہ دیدم گفتہ ام تا حدِ علمِ خویشتن
ہر چہ دانستم نوشتم من نہ بیگو مخبری

نو ز میخور فقر را لذت بنگیں استخوان
فائدہ نارد جز از آزار جنگِ زرگری

اے خداوندِ دو عالم اے حفیظ العلمین
ایکہ بر ذاتت مسلم رازقی و یاوری

ہادیا نورِ ہدایت گمرہاں را لطفِ تو
گر تو رحمے ناوری از کس نیاید رہبری

مستفید و مستفیضِ طالبانِ حق بسان ‌‌‌‌|‌ کن رواج این و آن بفر خندہ تری
چو بانجامش رسانیدم پئے تاریخِ او ‌|‌ سر لفِ بکرت شد فرو چون غنچۂ نیلوفری

۳۰۰ ۱۰ ۴۸۱
منکشف گردید اسرارِ تصوف بر منیر
جلوہ ہا بنمود چون گیتا بشانِ دلبری

شکریہ

میرے نہایت عزیز بابو محمد نظیر احمد صاحب علوی قریشی کلارک دفتر اکاونٹنٹ نے بڑی جانفشانی سے اس کے پروف اور کاپیاں دیکھنے میں محنت کی نہایت مشکور ہوں۔ خدا ان کی عزت اور ہمت میں برکت دے۔

این دعا از من و از جملہ جہان آمین باد!